Regd No P 67

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفت روزہ

بدر

قادیان

شرح چندہ سالانہ
چھ روپے
ششماہی
۵۰ - ۳ روپے
ممالک غیر ۵۰-۷ ”
فی پرچہ ۱۳ نئے پیسے

ایڈیٹر
محمد حفیظ بقاپوری

جلد ۹ | ۸ تبوک ۱۳۳۹ھش | ۱۶ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ | ۸ ستمبر ۱۹۶۰ء | نمبر ۲۶

اخبار احمدیہ

ربوہ ۳ ستمبر (بوقت ۹ بجے صبح) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ اطلاع مظہر ہے کہ

کل دن بھر حضور کو کچھ اعصابی بے چینی کی تکلیف رہی رات نیند آگئی اسوقت طبیعت اچھی ہے

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ حضور کو اپنے فضل سے صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے آمین۔

ربوہ ۲۸ اگست۔ حضرت سیدہ ام مظفر احمد صاحبہ کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے نوٹ سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت سیدہ موصوفہ کی حالت خدا تعالیٰ کے فضل سے بہتر ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کل پٹی کھول کر دیکھا اور زخم بالکل ٹھیک حالت میں پایا۔ آج پیشاب اور پاخانہ کی اصل تکلیف ہے احباب کرام موصوفہ کیلئے التزام سے دعائیں جاری رکھیں اللہ تعالیٰ جلد جلد صحت عطا فرمائے۔ آمین۔

قادیان ۶ ستمبر۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ چند روز کیلئے پاکستان تشریف لے گئے تھے۔ بخیریت واپس ...

قادیان میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پُر وقار جلسہ

بارگاہِ رسالت میں عقیدت کے پھول سیرتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر ایمان افروز تقاریر

از قلم مکرم گیانی بشیر احمد صاحب ناصر بی۔اے فاضل۔ قادیان

قادیان ۵ ستمبر ۱۹۶۰ء آج صبح مسجد اقصیٰ میں لوکل انجمن احمدیہ قادیان کے زیر اہتمام سیرت آنحضرت صلعم کا شاندار جلسہ زیر صدارت محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر مقامی منعقد ہوا۔ جلسہ کی کارروائی ٹھیک آٹھ بجے تلاوت قرآن مجید سے شروع ہوئی جو حافظ الدین صاحب نے فرمائی۔ بعد ازاں ملک بشیر احمد صاحب ناصر نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظم ”ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے“ سے منتخب اشعار خوش الحانی سے سنائے۔ اس کے بعد صاحبِ صدر نے جلسہ کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آج کا جلسہ اس ذات کی سیرت کے بیان کے لئے منعقد کیا جا رہا ہے جس کی زندگی کا ہر پہلو تمام انبیاء کی زندگی سے زیادہ ظاہر و باہر ہے۔ اس کے باوجود سب سے زیادہ اعتراضات آپ ہی کی ذات پر کئے گئے جو سراسر ضد، تعصب اور محض غلط فہمی پر مبنی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی غلط فہمی کے ازالہ کے بعد ان کے نزدیک تمام بنی نوع انسان میں سب سے زیادہ محبت کے لائق آپ ہی کی ذات اقدس قرار پاتی ہے دیگر مذاہب کے معتقدین کا ذکر کرتے ہوئے صاحب صدر نے فرمایا کہ ان اعتقادات کے بموجب نہ صرف ان انبیاء پر ہی اعتراضات وارد ہوتے ہیں بلکہ خود اللہ تعالیٰ کی ہستی بھی ان کا نشانہ بنتی ہے اور صرف آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات ہی ہے کہ حضور کی سیرت اخلاق کا ہر پہلو ایسا نمایاں اور درخشاں ہے کہ وہ ہر شخص کے لئے قابلِ عمل ہے۔ آپؐ کے متعلق حضرت عائشہؓ کے مشہور قول کان خُلُقُهُ الْقُرْآن کا ذکر کرتے کہا قرآن کے ہوتے ہوئے حضورؐ کے سیرت کے مطالعہ کے لئے کسی اور کتاب کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ مگر ہر شخص کامل طور پر قرآن مجید کے علوم سے واقف نہیں اس لئے آج کا جلسہ ایسے ہی احباب کی واقفیت بڑھانے کی غرض سے منعقد کیا جا رہا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور امن عالم

صاحب صدر کے افتتاحیہ کلمات کے بعد محمد عمر صاحب مالاباری متعلم جامعہ احمدیہ قادیان نے آنحضرت صلعم اور امن عالم کے موضوع پر تقریر کی اور بتایا کہ بعثت نبوی کے وقت عرب کی حالت کا نقشہ قرآن پاک نے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کی آیہ کریمہ میں نہایت جامع طور پر کھینچا ہے۔ آپ کے دعویٰ نبوت پر تمام قبائل مخالفت پر کمربستہ ہو گئے اور ظلم و ستم اور ایذاء رسانی کی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور مکی زندگی میں جب بھی صحابہ کرام نے اس ظلم و ستم کے مقابلہ کی اجازت چاہی حضورؐ نے اس بات کی تلقین کی اُمِرْتُ بِالْعَفْوِ فَلَا تُقَاتِلُوا کہ مجھے تو عفو کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے مقابلہ مت کرو۔ اسی طرح فتح مکہ کے موقعہ پر جب حضور صلعم ایک فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہو رہے تھے۔ اور ہر طرح سے با اقتدار تھے اور دشمن خائف و ترساں و لرزاں تو حضور نے اپنے ان خونی دشمنوں کو لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کہہ کر معاف فرما دیا۔

اسلامی جنگوں پر اعتراض کے جواب میں آیت کریمہ اُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا الخ سے استنباط کرتے ہوئے کہا کہ وہ صرف مذہب اور مذہبی عبادت گاہوں کی حفاظت کے لئے کی گئی تھیں۔ قیام امن کے متعلق آنحضرت صلعم کے زریں اصولوں کا ذکر کرتے ہوئے مقرر نے کہا کہ ان اصولوں کی بنیاد جمہوریت۔ وحدت انسانی اور مساوات اور حریت ضمیر پر رکھی گئی ہے۔ اور اسبارہ میں ذات پات، نسل اور رنگ کے امتیاز کی قطعاً اجازت نہیں دی گئی۔ اس کے متعلق مقرر نے مسز سروجنی نائیڈو اور آنریبل وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کے حوالجات پڑھ کر سنائے۔ تقریر کے آخر میں معاہدات کے بارہ میں عدل کو پیش نظر رکھنے کے زریں اسلامی اصول بیان کئے۔ نیز بتایا کہ آج یو۔ این۔ او بھی آیت وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا الخ کے مطابق حفاظت اجتماعی کے اسلامی اصول پر عمل پیرا ہو کر ہی امن قائم رکھنے میں کامیاب ہو سکتی ہے

خدمت خلق کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تڑپ

دوسرے نمبر پر مولوی ولی الدین صاحب مولوی فاضل نے خدمتِ خلق کے لئے آنحضرت صلعم کی تڑپ کے موضوع پر تقریر کی۔ آپ نے بیان کیا کہ آنحضرت وحی رسالت کے نزول سے قبل بھی محمد یعنی قابل تعریف تھے۔ اور اس کے بعد بھی اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ کے مقام پر فائز تھے۔ دعویٰ نبوت سے قبل کے متعلق حضورؐ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شہادت کہ اللہ تعالیٰ حضور کو کبھی بھی ضائع نہیں کرے گا۔ کیونکہ حضور صلعم صلہ رحمی کرتے۔ خدا تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت کے جذبہ میں سرشار اور مہمان نوازی وغیرہ صفاتِ حسنہ سے متصف ہیں۔ دعوئے نبوت سے قبل حلف الفضول کے ماتحت ابوجہل کے مقابلہ میں ایک شخص کی مدد کا ذکر کرتے ہوئے مقرر نے بتایا کہ کس طرح حضور صلعم بیکسوں کی امداد کے لئے تیار رہتے تھے۔ اسی طرح حضور صلعم کا پرِ ضلالت دنیا کی ہدایت کے لئے رو رو کر دعائیں کرنا بھی حضور کی خدمت خلق کے لئے تڑپ کا ہی نتیجہ تھا۔ سید القوم خادمھم کے مقولہ کے ماتحت حضور ہمیشہ خدمتِ خلق کے لئے تیار رہتے تھے۔ چنانچہ مسجد نبوی کی تعمیر۔ اور جنگ احزاب کے موقعہ پر حضور صلعم باوجود شدت سردی و بھوک کے اپنے صحابہؓ کے ساتھ برابر کام کرتے رہے۔ حضورؐ کسی سائل کو رد نہ فرماتے تھے۔ اپنے ہمسایہ کے ساتھ بہترین سلوک کرتے اور ہر شخص کو اپنے ماتحتوں کے حقوق ادا کرنے یہاں تک کہ جانوروں پر شفقت کرنے کے لئے بھی احکام بیان فرمائے۔ جو حضور صلعم کی خدمت خلق کے لئے تڑپ پر دلالت کرتے ہیں۔

صنفِ نازک کے محسن

اس کے بعد مکرم مولوی خورشید احمد صاحب پربھاکر نے صنفِ نازک کے محسن کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ تقریر کے آغاز میں آپ نے بیان کیا کہ آج کی متمدن دنیا میں صنفِ نازک کے ذکر کے بغیر کوئی مسئلہ زیر بحث نہیں آتا۔

ملک صلاح الدین ایم۔اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

منت العزیزہ بورا یانی مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۶۰ء

"تحریک جدید" اور اس کی مقبولیت

وہ بابرکت تحریک جسے جماعت احمدیہ کے موجودہ امام ہمام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے آج سے ۲۶ سال پہلے بالقاء الہٰی جماعت کے سامنے پیش فرمایا۔ اور جو تحریک جدید کے نام سے مشہور ہوئی احمدیت کے بنیادی مقاصد کے مطابق اس کا نقطۂ مرکزی بھی ساری دنیا میں محکم بنیادوں پر اسلام کی تبلیغ و اشاعت تھا۔ اور پاک نوشتوں میں جو مسیح موعودؑ کے ذریعہ اسلام کے روحانی غلبہ کی خبر دی گئی تھی اس مقصد کو قریب تر لانے کے لئے عملی جدوجہد ۱۹۳۴ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے خدا تعالےٰ کے خاص اشارہ اور القاء کے ماتحت اُنیس۱۹ مطالبات کی شکل میں ایک جامع سکیم جماعت کے سامنے رکھی۔

"ساری دنیا میں تبلیغ اسلام کی مہم" کوئی معمولی بات نہ تھی بلکہ اس کو جاری کرنے کے لئے بیک وقت بھاری مقدار میں روپیہ اور خاص تعداد میں غیر معمولی لگن کے ساتھ کام کرنے والے افراد کی ضرورت تھی تاکہ ایک تنظیم کے ماتحت

ـ تعلیمیافتہ مبلغین کی ایک جماعت اکنافِ عالم میں پھیل جائے۔!!

ـ ان کے ذریعہ اسلام کی زندگی بخش تعلیمات کو صحیح اور مستند طریق پر پیش کیا جائے۔!!

ـ دیگر زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کرکے دنیا بھر کی سعید روحوں کو اُن کی اپنی زبان میں کلام اللہ کے سمجھنے کے مواقع بہم پہنچائے جائیں۔

ـ مختلف ممالک میں مساجد کی تعمیر کے ساتھ ان ملکوں میں اسلام کے مرکز قائم کئے جائیں۔!!

ـ مختلف ممالک میں مساجد کی تعمیر کے ساتھ ان ملکوں میں اسلام کے مراکز قائم کئے جائیں۔

ـ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے دور دراز کا سفر کرنے والوں کے گذارہ اور ان کے اخراجات سفر کے سامان فراہم کئے جائیں۔

ـ ایک عرصہ تک غیر ممالک میں رہ کر یہ مبشرین اپنے وطن واپس لوٹیں تو اُن کی جگہ لینے والے اس وقت تک مرکز سلسلہ میں تیار رہیں۔!! اور یہ سلسلہ لگاتار گردش جاری رہے تا مبلغین و مبشرین کی آمد و رفت کے تسلسل میں انقطاع نہ ہونے پائے۔!!

ـ مرکزی نظام ایسا مضبوط ہو کہ اکنافِ عالم میں تبلیغ و اشاعت اسلام کی ہدایت وہ انتہائی التزام سے جاری رہے۔

ـ اس کے لئے مرکز میں دفتری نوعیت کے کاموں کو سرانجام دینے والے واقفکار افراد کی معقول تعداد اور خود ان کے گذارے کا تسلی بخش انتظام ہو۔!!

کام کی وسعت اور اخراجات کی اس مختصر تفصیل سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس مقصد کے لئے کس قدر روپیہ کی ضرورت تھی اور پھر یہ کام خواہ کسی قدر چھوٹے پیمانے پر ہی کیوں نہ جاری ہوتا روپیہ کی ایک خاص مقدار بہرحال ناگزیر تھی۔ ورنہ اس مہم کو عملی جامہ پہنانا ناممکن تھا۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ تحریک جدید کا آغاز ۱۹۳۴ء سے ہوا۔ جماعت احمدیہ اپنے معرضِ وجود میں آنے کے وقت ہی سے اشاعتِ دین کے کام میں مشغول چلی آتی ہے۔ چنانچہ اس وقت بھی جماعت کی مالی اور جانی قربانیوں سے یہ کام برابر جاری تھا۔ اب اس نئی تحریک کا مطلب پہلے سے جاری کام کے علاوہ نئے جذبہ نئے جوش اور ولولے کے ساتھ تبلیغ و اشاعت دین کی طرف متوجہ ہونا تھا۔

تحریک جدید کے اجراء سے قبل اخراجات کی فراہمی کے لئے صدر انجمن احمدیہ کی نگرانی میں نظام وصیت کے ساتھ چندہ عام کی تحریک بھی جاری تھی۔ جس کی رو سے ہر مخلص احمدی اگر وہ موصی ہے تو اپنی آمد کا ۱/۱۰ حصہ اشاعت دین کے لئے دیتا چلا جائے اور غیر موصی ہونے کی صورت میں آمد کا ۱/۱۶ حصہ خدمتِ دین کے لئے پیش کرے۔ مگر جماعت کے عظیم مطمح نظر "ساری دنیا میں تبلیغ اسلام کا کام" کے مقابلہ میں اس وقت کے قلیل التعداد افراد سے ہر دو مالی تحریکات کے نتیجہ میں جو رقم جمع ہوتی وہ بالکل غیر مکتفی تھی!! ایسے وقت میں اللہ تبارک تعالےٰ نے حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے دل میں یہ تحریک ڈالی اور تحریک جدید کے نام سے حضور نے اسے جماعت کے سامنے رکھا۔

مالی لحاظ سے اس تحریک میں حصہ لینے کے لئے حضور نے کم سے کم پانچ روپیہ سالانہ کی شرح مقرر فرمائی۔ اور فرمایا کہ جو شخص اپنے اخلاص اور مالی وسعت کے مطابق اس سے زیادہ جس قدر رقم اس نیک مقصد کے لئے دے سکتا ہے دے۔ باایں ہمہ یہ ایک طوعی تحریک تھی۔ مگر حضرت امام ہمام کے روح پرور خطبات اور خدمت و اشاعت دین کے لئے پیہم تحریکات نے احباب جماعت کے ایمان میں ایسی تازگی بخشی اور اُن کی روح میں ایسا ولولہ پیدا ہوا کہ وہی مٹھی بھر غریب جماعت پہلی قسم کے مالی فرائض کو ادا کرتے ہوئے قلبی بشاشت کے ساتھ مزید مالی اور جانی قربانیوں کے لئے تیار ہو گئی۔ اور اس برگزیدہ جماعت نے وہ عظیم الشان کام کر دکھایا جو اس وقت ایک حقیقت بن کر ساری دنیا کے سامنے موجود ہے۔

بلاشبہ یہ مبارک تحریک خدا تعالےٰ کی خاص منشاء اور اُس کی خوشنودی کے ماتحت جاری کی گئی اور اُسی نے اس میں غیر معمولی برکت کے سامان بھی فراہم کئے ادھر اپنے محبوب امام کی زبان سے احباب نے مطالبات کی تفصیل سُنی ادھر اُس کی تعمیل میں ایک ایک بات کو سر آنکھوں پر رکھا۔ اگر اس تحریک کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اس کے ماتحت صرف روپیہ کی فراہمی یا کارکنوں کی تیاری کا ہی نہیں بلکہ ساری جماعت میں ایک عظیم روحانی انقلاب لانے کا منصوبہ بھی کارفرما نظر آتا ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں ساری دنیا کے اندر رونما ہونے والے حالات کے لئے جماعت کو پہلے سے تیار کر لینے کے سامان!!

چنانچہ ایک دوراندیش بیدار مغز لیڈر نہیں بلکہ ایک شفیق باپ کی طرح حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے خدا تعالےٰ کے خاص اشارہ کے ماتحت مثبت رنگ میں ایسے ذرائع کی نشاندہی بھی فرمائی جس سے

(الف) افراد جماعت کے بعض زائد قسم کے ذاتی اخراجات میں کمی کی تجاویز

(ب) اور جماعتی لحاظ سے زیادہ آمد پیدا کرنے کی صورتوں پر تفصیلاً روشنی ڈالی۔

مثلاً پہلی قسم کے ماتحت سب سے پہلے حضور نے جماعت کو سادہ زندگی اختیار کرنے کا حکم دیا۔ اور یہ مطالبہ گویا تحریک کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ اس کے ماتحت حضور نے ایک کھانا کھانے کی تحریک فرمائی۔ جماعت کی مستورات کو خطاب کرتے ہوئے انہیں خصوصیت سے تلقین فرمائی کہ وہ صرف ضرورت کے موقعہ پر ہی پارچات تیار کریں نہ کہ محض اپنی پسند پر۔ اسی طرح نئے زیورات کی تیاری پر بھی پابندی عائد فرمائی۔ شادی بیاہ پر فضول خرچی سے بچنے کی تلقین فرمائی۔

علاوہ ازیں سرکس تماشا اور سینما بینی کی قطعی ممانعت فرما دی کہ یہ سب لغو اشغال ہیں جن کے نتیجہ میں علاوہ جماعت کے مالی نقصان کے کئی قسم کی اخلاقی خرابیاں بھی قوم میں راہ پا جاتی ہیں ـــ اس کا نتیجہ ہے کہ خدا کے فضل سے جماعت کا بیشتر حصہ ان فضول خرچیوں سے بچ گیا۔ اور جماعت من حیث الجماعت اُس بڑے بگاڑ سے محفوظ و مصوُن ہو گئی جس سے آج ساری دنیا کانوں پر ہاتھ رکھ رہی ہے ـــ (ہر جماعت کے عہدیداران پر بالخصوص اور جماعت کے دیگر افراد پر بالعموم یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ تعلیم و تلقین و وعظ و نصیحت کے ساتھ افراد جماعت کو اس سے مجتنب رکھنے کی پوری جدوجہد کریں تا اس مبارک تحریک کی برکات سے وہ لوگ بھی متمتع ہوں جو ابھی تک اس سے محروم ہیں۔!!)

جماعتی آمد میں اضافہ کی صورتیں بیان فرماتے ہوئے تحریک جدید کے مطالبات میں حضور نے اس بات کی ہدایت فرمائی کہ

ـ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالی جائے ـــ اس کے ماتحت حضور نے "وقار عمل" کی ایک عام تحریک فرمائی۔ یہ وہی تحریک ہے جسے ہمارے ملک کو سیاسی آزادی مل جانے کے بعد آج بھارت میں "شرم دان" کی شکل میں اپنایا گیا ہے۔ اور اس سے بڑے بڑے مفید اجتماعی کام سرانجام دیئے جا چکے ہیں اور دیئے جا سکتے ہیں۔

ـ آپ نے اس بات کو بھی وضاحت کے ساتھ جماعت کے سامنے پیش کیا کہ کسی کام کو اپنے لئے کسرِ شان کا موجب نہ سمجھا جائے بلکہ انسان کی ذلت اور عار کا باعث تو سوال کرنا اور دوسروں کا دستِ نگر بننا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ قوم کو محنت اور مشقت کا عادی بن جانا اُس کی غلامی کی زنجیروں کو کاٹ دیتا ہے۔

ـ آپ نے تحریک فرمائی بیکار لوگ باہر نکل جائیں۔ بجائے گھر میں بیٹھ کر ماں باپ کی روٹیاں توڑنے کے باہر جا کر روزی کے سامان تلاش کریں ـــ چنانچہ حضور کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے (باقی صفحہ پر)

خطبہ جمعہ

مخلص اور تعلیم یافتہ احمدی نوجوان اپنی زندگیوں کو خدمت دین کیلئے وقف کریں

واقفِ زندگی نوجوانوں کا عملی نمونہ اتنا اچھا ہونا چاہیئے کہ دوسرے بھی اس سے متاثر ہوں

سادہ زندگی اختیار کرو تا کہ دین کیلئے زیادہ سے زیادہ قربانی کرنیکی توفیق حاصل ہو

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ۔ فرمودہ ۲۶ر دسمبر سنہ ۱۹۴۰ء۔ بمقام قادیان

سورۃ ... کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

"تحریک جدید کے مختلف شعبوں میں سے ایک اہم شعبہ

وقف زندگی

کا بھی ہے جب میں نے پہلے سال اعلان کیا تھا تو اس کے لئے کوئی شرط نہیں لگائی تھی کہ کس تعلیم اور لیاقت کے نوجوان اپنے آپ کو وقف کریں۔ اس لئے اس وقت بہت سے نوجوانوں نے اپنے نام پیش کر دیئے تھے جن کی تعداد اڑھائی سو سے اوپر تھی۔ اس کے بعد جوں جوں وقتی ضرورتیں پوری ہوتی گئیں۔ لازمی طور پر کام کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے شرائط بھی زیادہ سخت کی جاتی رہیں۔ اور موجودہ وقت میں یہ شرط ہے کہ وقف کنندہ گریجوایٹ ہو یا انٹرنس پاس مولوی فاضل ہو۔ اس کے علاوہ ایک اور طریقہ بھی ہے جس کے لئے مولوی فاضل یا گریجوایٹ کی شرط نہیں۔ اور وہ سائنس کے سٹوڈنٹ ہیں۔ جنہوں نے تعلیم الاسلام ہائی سکول سے میٹرک پاس کیا ہو۔ ان کے وقف صرف انٹرنس پاس کرنے کے بعد بھی قبول کئے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ میں نے غور کر کے دیکھا ہے کہ مسلمانوں کی توجہ

سائنس کی تعلیم

کی طرف بہت کم ہے۔ حالانکہ یہ ایک ایسا علم ہے۔ جس کی طرف قرآن کریم نے بار بار توجہ دلائی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے زمینوں میں پھرو اور دیکھو آسمانوں۔ چاند ستاروں اور سورج کی بناوٹ پر غور کرو۔ زمین میں سے ظاہر ہونیوالی اور اپنے ارد گرد کی چیزوں پر غور کرو۔ اور یہی سائنس ہے مگر اس کی طرف مسلمانوں کی توجہ بہت کم ہے خصوصاً اس کے عملی حصہ کی طرف مسلمانوں کی توجہ بہت ہی کم ہے حالانکہ یورپ میں آج بھی مسلمانوں کی جو یادگاریں ہیں۔ وہ کیمسٹری اور ہندسے یعنی حساب ہی ہیں۔ اہل یورپ اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتے کہ حساب کے علم کی بنیاد مسلمانوں نے ہی رکھی ہے اور الجبرا تو کلی طور پر مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ اس کے علاوہ میتھمیٹکس کے بہت سے مسائل بھی مسلمانوں کے زمانہ کی ایجاد ہیں۔ جو آجکل کالجوں میں مختلف ناموں سے پڑھائے جاتے ہیں مثلاً مساحت ہے۔ اسے ادنیٰ حالت سے ترقی دے کر مسلمانوں نے کمال تک پہنچا دیا۔ اسی طرح اور علوم کو بھی انتہائی ترقی دی۔ مگر آج

مسلمان کے معنے

یہ سمجھے جاتے ہیں۔ کہ جسے حساب نہ آتا ہو۔ گویا مسلمان نے حساب کے فن کو کمال تک پہنچا کر اسے دوسروں کے سپرد کر دیا جس طرح یتیم کا مال جب وہ بڑا ہو جائے تو اس کے سپرد کر دیا جاتا ہے مسلمانوں نے بھی حساب کے علم کو یتیم کا مال سمجھا اسے بڑھایا۔ ترقی دی۔ اور پھر دوسری قوموں کے سپرد کر دیا کہ سنبھال لو۔ آج کہا جاتا ہے کہ مسلمان کا دماغ حساب کے لئے موزوں ہی نہیں ہوتا۔ حالانکہ اس گئے گذرے زمانہ میں بھی جب کوئی مسلمان اس کی طرف توجہ کرتا ہے تو اس میں نمایاں اور ممتاز ترقی کرتا ہے۔ مثلاً ایک صاحب سر سلیمان ہیں۔ جو فیڈرل کورٹ کے جج ہیں پہلے وہ الہ آباد ہائی کورٹ کے چیف جج تھے۔ پیشہ اُن کا قانون ہے۔ اور گذارہ ملازمت پر ہے۔ لیکن ویسے طور پر حساب کا شوق رکھتے ہیں۔ اور اس شوق میں انہوں نے

اس درجہ کمال پیدا کیا ہے

کہ اس زمانہ کے مشہور فلسفی اور حساب کے ماہر آئن سٹائن کی بھی جس نے نظریہ اضافت کی دریافت کی ہے۔ انہوں نے غلطیاں نکالی ہیں۔ آئن سٹائن اس زمانے کا بڑا فلسفی حساب دان مانا گیا ہے۔ مگر سر سلیمان نے اپنی تحقیقات سے اس کی غلطیاں ثابت کی ہیں۔ اگر ہندوؤں میں کوئی ایسا شخص ہوتا تو وہ اُسے آسمان پر اٹھا لیتے۔ گزشتہ سورج گرہن کے متعلق انہوں نے قبل از وقت لکھا تھا کہ اگر آئن سٹائن کی تھیوری صحیح ہے تو گرہن اس طرح لگنا چاہیئے۔ اور اگر میری تھیوری صحیح ہے تو اس طرح لگے گا۔ اور جب گرہن لگا۔ تو یورپ اور امریکہ کے لوگوں نے تسلیم کیا۔ کہ

سر سلیمان کی رائے صحیح تھی

آئن سٹائن اس وقت سائنس کے میدان میں حکومت کرتا ہے اور سب سے اعلیٰ پیدا ہونے والے بہترین دماغوں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے یورپ والے آج تک نیوٹن کو سب سے بڑا حساب دان مانتے ہیں۔ مگر اب بعض کا خیال ہے کہ آئن سٹائن اس سے بڑھ گیا ہے۔ لیکن سر سلیمان نے جن کا پیشہ جج ہے اسکے نظریوں کو غلط ثابت کر دیا ہے۔ اگر ایسا شخص ہندوؤں میں ہوتا تو معلوم نہیں وہ اس کو کتنی شہرت دیتے۔ مگر مسلمانوں نے اس طرف کوئی توجہ ہی نہیں کی۔ دنیا میں باتوں سے بھی مسمریزم ہو جاتا ہے بچپن میں میرے گلے میں مخمل کا ایک فیتہ باندھا گیا تھا۔ اور میرے بھائیوں کے گلوں میں بھی۔ خیال یہ تھا۔ کہ اس کے باندھنے سے دانت آسانی سے نکل آتے ہیں۔ اس زمانہ میں یہ فیتہ لاکھوں روپے کا بکا۔ بیس لاکھ روپے کی بکری چند سالوں میں ہو گئی۔ اور

اس شخص نے

اس سے دس پندرہ لاکھ روپیہ کمایا۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد حکومت کو شک ہوا۔ اور اس نے ایک کمیشن بٹھایا جس نے رپورٹ کی کہ صرف ایک ٹین کی تار ہے۔ جس کے اوپر مخمل لپیٹی گئی ہے۔ لیکن یہی چیز پہلے امریکہ میں مشہور ہوئی۔ وہاں سے یورپ اور یورپ سے ہندوستان آ پہونچی۔ اور پھر یہاں کے دیہات تک میں پھیل گئی حتیٰ کہ ڈاکٹر اپنے نسخوں میں اسے تجویز کرتے اور چونکہ یہ عام خیال پیدا ہو گیا تھا کہ

یہ مفید چیز ہے

اس خیال کی وجہ سے بعض لوگوں کو فائدہ بھی ہوتا تھا۔ لیکن دراصل یہ کوئی مفید چیز نہ تھی۔ آخر اس کے موجد پر مقدمہ چلایا گیا۔ اور اسے ... تجویز ... لگ گیا پڑا۔ اس قسم کے واقعات دنیا میں کثرت سے ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ ایک بات کی تائید کرتے ہیں۔ اور اس سے متاثر ہو کر دوسرے بھی بغیر غور کرنے کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ اس سے میری غرض صرف یہ بیان کرنا ہے۔ کہ آج بھی جو مسلمان حساب کی طرف توجہ کرے۔ وہ انتہائی درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح

علم کیمیا بھی مسلمانوں کی ایجاد ہے

کیمیا سے مراد سونا بنانا نہیں بلکہ کیمسٹری ہے اس میں شبہ نہیں کہ یہ علم پہلے بھی موجود تھا لیکن اس کا بیشتر حصہ مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ اور اس میں انہوں نے انتہائی ترقی کی۔ اور بہت سے مرکبات جو آج بھی استعمال ہوتے ہیں۔ وہ اس زمانہ کے مسلمانوں کے ایجاد کردہ ہیں۔ تمام ٹنکچر الکحل میں بنتے ہیں۔ اور الکحل مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ وہ اسے روح کہتے تھے۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ

الکحل کا لفظ

بھی ان میں مستعمل تھا۔ اسی طرح اور بھی بہت سی چیزیں جو دوائیوں یا رنگوں میں کام آتی ہیں مسلمانوں کی ایجاد ہیں۔ رنگوں میں جتنی ترقی مسلمانوں کے زمانہ میں ہوئی کسی زمانہ میں نہیں ہوئی۔ اسی وجہ سے رنگوں والے تمام کپڑے عرب سے یورپ میں جاتے تھے۔ حتیٰ کہ آج تک انگریزی میں ان کے نام وہی ہیں۔ مثلاً تافتہ ہے۔ اسے انگریزی میں ٹیفٹا کہتے ہیں۔ آج نوجوان اسے دیکھتے اور کہتے ہیں کیا اچھی ایجاد ہے۔ مگر انہیں علم ہی نہیں کہ پہلے عرب میں بنتا اور تافتہ کہلاتا تھا۔ ڈمسکس کا نام بھی دمشق کے نام پر ہے یعنی دمشق میں بننے والا۔ ململ بے شک ہندوستان کی بھی مشہور تھی مگر

اعلیٰ درجہ کی ململ

موصل میں تیار ہوتی تھی۔ اور اسی وجہ سے اسے مسولین کہا جاتا ہے۔ اور یہ کپڑے گو آج انگلستان اور یورپ کے دوسرے ملکوں میں بننے لگے ہیں مگر ان کے نام وہی ہیں۔ اگرچہ لہجہ بدل گیا ہے۔ تجارت کی وجہ سے ساری دنیا مسلمانوں سے دبتی تھی کیونکہ ان کی تیار کردہ چیزوں کی وہ محتاج تھی لیکن اس کے بعد مسلمانوں نے کیمسٹری کو چھوڑ دیا۔ حتیٰ کہ ان میں نام کو بھی کیمیا کا کوئی ماہر نہیں ملتا۔ سونا بنانے والے کیمیا دان تو ملیں گے

کیمسٹری کا ماہر

کوئی نہیں۔ یہاں بھی ایک دوست ... کرتے

تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے۔ وہ جوانی میں اسی سونا بنانے کے خبط میں مبتلا رہتے تھے۔ آخری عمر میں کئی دفعہ ان کی مدد کی گئی لیکن ادھر ان کو کوئی روپیہ دیا جاتا ادھر وہ بھٹی چڑھا دیتے کہ شاید اب کے سونا بن جائے ان کے ایک بھائی بھی ان کی مدد کرتے تھے مگر ان سے بھی جو کچھ ملتا وہ اس میں صرف کر دیتے تھے۔ جن لوگوں کو یہ دُھن ہوتی ہے۔ وہ ساری عمر اسی میں ضائع کر دیتے ہیں مگر سونا نہیں بنتا۔ مگر انگریزوں نے سونا چھوڑ ہیرے بنا لئے ہیں۔ وہ بوٹ بناتے ہیں۔ چھریاں، چاقو اور قینچیاں بنا کر ہزاروں روپیہ کماتے ہیں کوئی شخص اگر کیمیا کے ذریعہ سونا بنا بھی لے تو کتنا بنا سکتا ہے۔ مگر انگریزوں نے سونا چھوڑ ہیرے بنا لئے ہیں۔ مسلمانوں نے ان علوم کو بالکل چھوڑ دیا ہے۔ اور میرا دل چاہتا ہے کہ وہ پھر اس طرف متوجہ ہوں۔ اور

اسلامی علوم کا دوبارہ احیاء

کیا جائے۔ اور چونکہ جو لوگ دنیاوی کاموں میں لگ جاتے ہیں ان کے لئے دین کی طرف آنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ایسے لوگوں کی ایک الگ جماعت تیار کی جائے۔ پس جن نوجوانوں نے سائنس لے کر میٹرک کا امتحان تعلیم الاسلام ہائی سکول سے پاس کیا ہو۔ ان کو بھی لیا جا سکتا ہے۔ ایسے نوجوانوں کے والدین اور رشتہ دار اگر ان کی مزید تعلیم کا بوجھ برداشت کر سکیں۔ تو وہ اپنی تعلیم مکمل کریں۔ جن کو پورا خرچ دینے والا کوئی نہ ہو ان کو ہم مدد دے کر تکمیل تعلیم کرائیں گے۔ اور جن کے لئے بالکل ہی خرچ کا انتظام نہ ہو سکے ان کو اپنے خرچ پر تعلیم دلائیں گے۔ تا ایک جماعت ایسی پیدا ہو۔ جو اپنی جماعت میں بھی اور دوسروں میں بھی اپنے علم اور صنعت و حرفت میں ترقی کی بنا پر اس طرف توجہ پیدا کر سکے پس گو میٹرک یا انٹرنس پاس مولوی فاضل کی شرط میں نے مستثنیٰ کی ہے۔ اور ان شرائط کے ماتحت میں پھر اعلان کرتا ہوں کہ

نوجوان اپنے آپ کو وقف کیلئے پیش کریں

اور ثواب کے اس غیر معمولی موقعہ سے فائدہ اٹھائیں۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے دروازے ہمیشہ ہی کھلے رہتے ہیں۔ مگر انبیاء کے زمانہ میں ایسے کھلتے ہیں۔ کہ دوسرے زمانوں میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ انبیاء کے زمانہ میں غیر معمولی طور پر یہ دروازے کھلے ہوتے ہیں۔ اور اس زمانہ کی قربانیاں بہت قیمت

رکھتی ہیں۔ مسلمانوں میں ایسے بادشاہ بھی گذرے ہیں۔ جنہوں نے بادشاہتیں ترک کر دیں۔ اور فقیر ہو گئے۔ مگر اکثر لوگ ان کے نام سے بھی آگاہ نہیں ہیں۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ نے ہزار دو ہزار روپے کی جائدادیں دیں اور سب لوگ اس قربانی سے واقف ہیں۔ مالی لحاظ سے اگر دیکھا جائے۔ تو ان سے بہت زیادہ قربانیاں کرنے والے بھی موجود ہیں۔ مگر ان کی وہ قدر و منزلت نہیں

اس کی وجہ یہ ہے

کہ دونوں کے حالات میں بڑا فرق ہے۔ جب بعض بادشاہوں نے بادشاہتیں چھوڑیں۔ تو اس وقت مسلمان بادشاہ تھے۔ اور بادشاہت چھوڑنے والے یہ جانتے تھے۔ کہ ہماری اس قربانی سے . . . . سے ہماری قوم کو نقصان نہیں پہونچے گا۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے جب قربانی کی۔ تو جانتے تھے۔ کہ بظاہر وہ اپنا اور اپنی اولاد کا خون کر رہے ہیں۔ اسی طرح آج جو نوجوان سلسلہ کے لئے زندگی وقف کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کوئی ایسا شخص جو تیرنا نہ جانتا ہو سمندر میں کود پڑے۔ اس وقت چاروں طرف دشمن ہی دشمن ہیں۔ اور اس لئے دین کا کام کرنا بڑی بہادری کی بات ہے۔ بزدل تو سمجھے گا میں مارا جاؤں گا۔ مگر جس کے دل میں ایمان ہے اور جرأت ہے۔ وہ سمجھتا ہے میں سمندر میں کود کر ہلاک نہیں ہو رہا۔ بلکہ

حفاظت اسلام کی مضبوط عمارت

کی بنیادی اینٹ بن رہا ہوں۔ اس لئے اس کی یہ قربانی اپنے اندر ایسی برکات رکھتی ہے جس کا مقابلہ کوئی دوسری قربانی نہیں کر سکتی۔ کون شخص ہے۔ جو آج اسے عقلمند کہے گا۔ جو احمدیت کے لئے قربانی کرتا ہے۔ اس وقت تو لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ چند پاگل لوگ ہیں۔ جو سمجھتے ہیں

دنیا کا مقابلہ

کر لیں گے۔ لیکن مومن سمجھتا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک آواز آئی ہے جس کا میں جواب دے رہا ہوں۔ یہ تو علیحدہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں کامیابی کا وعدہ دیا گیا ہے۔ لیکن اگر یہ وعدہ نہ بھی ہو۔ تو بھی میرا فرض ہے کہ اس آواز پر لبیک کہوں دنیا میں کئی ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ مائیں اپنے بچوں کے لئے مر جاتی ہیں کئی دفعہ ایسا ہوا کہ بچہ بیمار رہا۔ ماں

اس کی تیمارداری کرتی رہی۔ بچہ تو صحت یاب ہو گیا مگر ماں مر گئی۔ کیا یہ اس لئے ہوتا ہے کہ ماں کو اس خدمت کے صلہ کی امید ہوتی ہے ہرگز نہیں۔ اور جب ایک ماں اپنے بچہ کے لئے بغیر کسی صلہ کے لالچ کے جان دے سکتی ہے۔ تو کیا مومن ہی خدا تعالیٰ کے لئے کسی بدلہ کے خیال کے بغیر قربانی نہیں کر سکتا۔

پس یہ غلط ہے کہ مومن اس لئے قربانی کرتا ہے کہ اسے ترقیات کی امید ہوتی ہے اگر ترقیات کے وعدے نہ ہوتے۔ فرض کرو۔ حیات بعد الموت نہ ہو جنت دوزخ بھی نہ ہو۔ تب بھی مومن خدا تعالیٰ کے لئے قربانی کرنے میں کبھی تامل نہ کرے گا عام لوگ جو قوم کے لئے قربانیاں کرتے ہیں یا ملک کے لئے کرتے ہیں کیا ان کو یقین ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد اس کا کوئی صلہ نہیں ملے گا۔ سو میں سے ایک بھی اس بات کا قائل نہ ہوگا۔ مگر پھر بھی دیکھو لوگ کس طرح جانیں دیتے ہیں۔ پس یہ خیال بالکل غلط ہے کہ

مومن کی قربانی

صلہ کے لالچ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ انبیاء کے ابتدائی زمانہ میں تو صلہ کی امید کا خیال بھی غلطی ہے۔ اسلئے یہ زمانہ قربانی کے لئے بہترین زمانہ ہوتا ہے دوسروں کی قربانیاں ملک قوم کے لئے ہوتی ہیں۔ مگر ان کی قربانیوں کے متعلق اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا۔ کہ تم نے ملک کے لئے قربانیاں کیں۔ اور تم جانتے تھے۔ کہ تمہارا ملک شوکت و عظمت رکھتا ہے۔ اس لئے اس کے لئے قربانی تمہارے لئے عزت کا موجب ہے۔

قوم کیلئے قربانی

بھی عزت کا موجب ہے جو لوگ قوم کے لئے مر جاتے ہیں۔ ان کی کس قدر عزت ہوتی ہے۔ ایسی موت تو آدمی کو قومی لیڈر بنا دیتی ہے۔ ایسے لوگوں کی اولاد کے لئے بھی ترقی یافتہ قومیں انتظام کرتی ہیں اور ایسے لوگوں کو یہ تو اطمینان ہوتا ہے کہ ہماری اولاد خراب نہ ہوگی۔ سینکڑوں واقعات ایسے ہوتے ہیں کہ کسی سے کسی کی دشمنی ہوتی ہے مگر وہ کسی جوڑنے کے غیر سے اپنے دشمن کو قتل کرا دیتا ہے زمیندار کہتا ہے کہ فلاں آدمی کو مار ڈالو۔ اول تو میں تمہیں مقدمہ سے بچانے کی کوشش کروں گا لیکن اگر سزا پا جاؤ گے تو تمہارے بیوی بچوں کے گذارہ کا انتظام کر دوں گا وہ سمجھتا ہے اول تو ضروری نہیں کہ میں پکڑا جاؤں یا اگر پکڑا جاؤں تو سزا بھی پا جاؤں اور اگر سزا بھی ہو جائے۔ تو میرے بیوی بچے تو آرام سے گذارہ کر سکیں گے۔ اسے

اس لالچ میں آ کر وہ یہ فعل کر لیتا ہے۔ پس لوگ ایسی قربانیاں کرتے ہیں پڑھے لکھے لوگ

ملک و قوم کے لئے قربانیاں

کرتے ہیں۔ مگر ان کو اپنی اس قربانی کی کامیابی کا یقین ہوتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اس کا صلہ ان کو یا ان کے بیوی بچوں کو ملے گا۔ اور ایسی قربانیاں مشکل نہیں۔ لیکن دین کے لئے آج قربانی کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ موجودہ حالات میں یہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ اس رستہ پر چلنا ایسا ہی ہے۔ جیسے انسان دریا کے ایسے کنارے پر چلے جو اندر دھنستا جا رہا ہو۔ اور گرتا جاتا ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسے کنارے پر کوئی ظاہر بین کبھی عمارت نہیں بنایا کرتا۔ کیونکہ دریا کا پانی وہاں غار بنا رہا ہوتا ہے۔ ایسی جگہ عمارت بنانا کسی ہمت والے کا کام ہے پس

یہی وقت قربانی کا ہے

جو نوجوان اپنے آپ کو وقف کریں چاہیئے کہ ان کا اخلاقی اور عملی نمونہ اچھا ہو۔ اور وہ پختہ عزم کر کے آئیں۔ میری غرض اور اقتضیٰ سے یہ ہے کہ ان میں سے ہی قاضی تیار کروں۔ ان میں سے ہی مفتی تیار کروں اور ان میں سے ہی مدرس تیار ہوں۔ ان میں سے ہی مربی اور تعلیم و تربیت دینے والے ہوں۔ لیکن یہ سب کچھ اسی صورت میں موثر ہو سکتا ہے۔ کہ نوجوان اپنے آپ کو وقف کریں۔ وہ اخلاقی طور پر اپنے آپ کو مفید وجود بنائیں۔ جب ان میں سے کسی کو قاضی بنایا جائے۔ تو وہ ایسا نمونہ دکھائے کہ لوگ تسلیم کریں کہ وہ انصاف سے کام کرتا ہے جب کسی کو مفتی بنایا جائے تو لوگ محسوس کریں کہ اس نے جو فتویٰ دیا ہے۔ صحیح ہے اور جب کوئی مربی بنے تو لوگ محسوس کریں۔ کہ وہ جو بات بھی کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے دین کی خاطر کرتا ہے۔ نہ کہ دشمن کو زیر کرنے کے لئے بے جا ہو کہ وہ نفسانی رَو میں بہہ جائے۔ دراصل تمسخر وہی کرتا ہے جو دلیل نہیں دے سکتا یہ چیز اس کی

علمی کمی کا ثبوت

ہوتی ہے بے شک لطیفہ گو اور تمسخر کرنے والا بعض اوقات مجلس پر چھا جاتا ہے۔ لیکن اس مجلس سے نکلنے کے بعد اسکے اپنے دل پر بھی اور سامعین کے دل پر بھی زنگ لگا ہوا ہوتا ہے بے شک اس وقت وہ مجلس کو خوش کر لیتا ہے مگر جب وہاں سے نکلتا ہے

تو خدا تعالیٰ نے کو چھوڑ چکا ہوتا ہے۔ اور شیطان اس کی گردن پر سوار ہو چکا ہوتا ہے۔ حقیقی مبلغ وہی ہے جس کے دل میں ہار جیت کا کوئی سوال نہ ہو۔ جس کو ہر وقت یہ خیال رہے کہ اس کے منہ سے کوئی ایسی بات نہ نکل جائے۔ جو خدا تعالیٰ کے نزدیک قابل گرفت ہو۔ کئی دفعہ پہلے بھی میں یہ واقعہ سنا چکا ہوں۔ کہ جس زمانہ میں مولوی محمد حسین صاحب تعلیم حاصل کرکے بٹالہ آئے۔ تو ان کے خلاف بہت شور تھا کہ پیروں فقیروں کے منکر ہیں لوگ ان کی بہت مخالفت کرتے تھے۔ انہی دنوں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بھی وہاں تشریف لے گئے۔ بعض حنفیوں نے سوچا کہ ہمارے ایک حنفی عالم آگئے ہیں۔ ان کو مولوی محمد حسین صاحب کے مقابلہ پر لے چلیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیشہ اپنے آپ کو حنفی کہا کرتے تھے۔ آپ سے لوگوں نے کہا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اچھا چلتے ہیں۔ اگر کوئی بات ہوئی تو کریں گے۔ لوگ مجلس میں اکٹھے ہوئے آپ بھی تشریف لے گئے۔ آپ فرماتے کہ ہم کو اہل حدیث کے متعلق زیادہ واقفیت اس زمانہ میں نہ تھی۔ اس لئے مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کے عقائد کیا ہیں تاکہ بحث سے پہلے یہ تو معلوم ہو کہ آپ کہتے کیا ہیں۔

مولوی محمد حسین صاحب

نے کھڑے ہو کر بیان کیا۔ کہ ہم خدا کو مانتے ہیں۔ رسول کو مانتے ہیں۔ قرآن کو خدا تعالیٰ کا کلام مانتے ہیں۔ قرآن کریم کو حدیث پر مقدم کرتے ہیں۔ اور حدیث کو خیالی آراء پر مقدم کرتے ہیں۔ غالی اہلحدیثوں کا عقیدہ تو اس سے سخت ہوتا ہے۔ مگر ممکن ہے مولوی محمد حسین صاحب نے مصلحت وقت کے ماتحت یہ بات کہدی ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ باتیں سنکر فرمایا کہ یہ باتیں تو بالکل معقول ہیں میں ان کا جواب کیا دوں۔ اس جواب سے حنفیوں کو بڑی ذلت محسوس ہوئی۔ اس لئے انہوں نے بہت برا بھلا کہنا شروع کیا۔ اور طعنہ زنی کرنے لگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے کہ ہم وہاں سے آگئے اور محض اللہ کے لئے بحث کو ترک کیا گیا۔ رات کو خدا وند کریم نے اپنے الہام اور مخاطبت میں اس ترک بحث کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ ”تیرا خدا

تیرے اس فعل سے راضی ہوا۔ اور وہ تجھے بہت برکت دے گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے“۔ (تذکرہ)

پس

میں چاہتا ہوں

کہ ان لوگوں میں سے جو مبلغ بنا رہوں وہ بھی تقوے کے ماتحت کام کریں سنجیدگی کا دامن کبھی نہ چھوڑیں اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی کو ہمیشہ مدنظر رکھیں۔ ان کا مقصد بحث کبھی نہ ہو بلکہ ایسا نمونہ پیش کریں۔ کہ دوسروں میں جو برائیاں ہیں وہ دور ہوسکیں۔ اور وہ ایسی سد سکندری کا کام دیں جو یاجوج ماجوج کے حملوں کو روک دے۔ پس اس کام کے متعلق اپنی زندگیاں وقف کرنے کی تحریک میں جماعت کے

نوجوانوں کو کیا کرتا ہوں

جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ اس کے لئے گریجوایٹ کی شرط ہے۔ لیکن اگر کوئی آخری سالوں میں تعلیم پا رہا ہو۔ تو وہ بھی اپنا نام پیش کرسکتا ہے۔ وہ اپنی تعلیم جاری رکھے۔ پاس ہونے کے بعد انتخاب کے لئے ہم اُسے بلالیں گے۔ انٹرنس پاس مولوی فاضل بھی اپنے نام دے سکتے ہیں۔ اور اسی طرح یہاں کے سکول میں تعلیم پانے والے وہ لڑکے جنہوں نے سائنس لی ہوئی ہو۔ یا میٹرک پاس کرنے والے نام دے سکتے۔ کیونکہ یہاں پڑھنے والوں کو کچھ نہ کچھ قرآن کریم اور عربی آجاتی ہے باہر نہیں۔ پس

ایسے نوجوان اپنے آپ کو پیش کریں

طالب علم بھی اپنے نام پیش کرسکتے ہیں۔ جنہیں امتحان پاس کرنے کے بعد انتخاب کے لئے بلایا جائے گا۔ پس نوجوان اپنے آپ کو ان شرائط کے ماتحت وقف کریں تا اس جماعت کو اور آگے بڑھایا جاسکے۔ دوسری بات جس کی طرف میں جماعت کے دوستوں کو اس وقت توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ

سادہ زندگی ہے

اب اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات دنیا میں پیدا کر دیئے ہیں کہ جن لوگوں کی نقل کرکے ہمارے ملک کے لوگ عیش پرستی میں مبتلا ہوئے وہ جنگ کے مصائب میں مبتلا ہو کر مجبوراً سادگی اختیار کر رہے ہیں۔ اور اب تو ان کی سادگی ہماری اختیار کردہ سادگی سے بھی بہت آگے بڑھ گئی ہے۔ ہم نے یہ تو کہا ہے کہ ایک سالن کھاؤ۔ مگر یہ نہیں کہ چار چھٹانک ہی کھاؤ۔ مگر یورپ کے ممالک میں تو اب آٹے کا راشن ملتا ہے۔ ایک شخص مقررہ مقدار سے زیادہ نہیں لے سکتا۔ ہم نے سالن میں گھی ڈالنے پر کوئی پابندی نہیں لگائی

کوئی شخص جتنا ڈال سکے ڈال لے۔ مگر وہاں تو ایک چھٹانک سارے ہفتہ کے لئے مل سکتا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ اور وہ گھی کی صورت میں نہیں ملکہ کچھ گھی۔ کچھ تیل اور کچھ چربی ہوتی ہے۔ اندازاً دو تولہ چربی دو تولہ تیل اور ایک تولہ مکھن ملتا ہے۔ یہی حال لباس اور دوسری چیزوں کا ہے۔ جب ان لوگوں کی یہ حالت ہے تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ہمیں

کس قدر سادگی کی ضرورت ہے

ہمیں دوستوں کو ہمیشہ ایک کھانے کا التزام رکھنا چاہیئے۔ ہاں جمعہ کے روز یا جلسہ وغیرہ آنے پر دو ہوسکتے ہیں یا مہمان کی عادت کے مطابق اس کے لئے انتظام ہوسکتا ہے۔ جیسا عرب معززین آجائیں تو کئی کئی کھانوں کے بغیر ان کی تسلی نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں اجازت ہے ورنہ ایک پر ہی کفایت کرنی چاہیئے۔ اور پھر اس میں بھی

سادگی کا پہلو

مدنظر رکھنا چاہیئے۔ تا غریب بھائیوں اور دوسروں میں یکسانیت پیدا ہوسکے۔ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص ایک ہی کھانا روزانہ پلاؤ ہی کھاتا رہے۔ مگر یہ بھی جائز نہیں۔ اور پھر اس سے صحت بھی خراب ہو جائے گی۔ انسان کی صحت کو برقرار رکھنے کے لئے چاول گوشت، پھل سبزی وغیرہ ہر چیز ضروری ہے۔ اور ان سب چیزوں کا استعمال ہونا چاہیئے۔ یہ نہیں کہ روز ایک ہی چیز کھائی جائے۔ جو شخص کہے کہ میں روز ہی روغن جوش استعمال کروں گا وہ اسراف کے علاوہ بیمار بھی ہو جائے گا۔ ایک دوست کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ ان کی صحت خراب رہتی تھی۔ کئی علاج کئے۔ مگر آرام نہ ہوا۔ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب ان دنوں ابھی پٹیالہ میں تھے۔ یہاں نہ آئے تھے۔ وہ ان کے پاس گئے۔ وہاں سے انہوں نے لکھا کہ اب مجھے افاقہ ہے۔ اور یقین ہوگیا ہے کہ اچھا ہو جاؤں گا۔ ڈاکٹر صاحب نے میری بیماری سمجھ لی ہے

اصل بات یہ تھی

ان کو متواتر کثرت کے ساتھ مرغن کھانے کھانے سے تکلیف تھی۔ تو اس قسم کی غذائیں صحت کو برباد کر دیتی ہیں۔ اگر کوئی شخص کہے کہ میں روزانہ گھی پیا کروں گا۔ تا موٹا ہو جاؤں تو اس کا دماغ مارا جائے گا۔ پس ایک کھانے میں بھی سادگی ضروری ہے۔ سادگی قوم کو مستقل طور پر قربانی کرنے کے لئے تیار کر دیتی ہے۔ اس سادگی میں لباس کی سادگی بھی شامل ہے۔ زیور کی بھی میرے سامنے کئی مثالیں ہیں۔ کہ بعض دوست پہلے

سے بڑھ کر اب قربانیاں کرنے کے قابل ہوگئے ہیں۔ پہلے ان کے اخراجات زیادہ تھے۔ مگر سادگی اختیار کرنے کی وجہ سے اخراجات کم ہوگئے۔ اور زیادہ قربانی کرنے کے قابل ہوگئے۔ پس سادہ زندگی اختیار کرنے سے دین کے لئے زیادہ قربانی کی توفیق حاصل ہوسکتی ہے۔ اور اس طرح یہ عورتیں اور بچے بھی ثواب میں شریک ہوسکتے ہیں

میرا یہ مطلب نہیں

کہ غذا میں کمی کرکے بچوں کی صحت خراب کردی جائے۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ قومی فرائض میں سے ایک اہم ترین فرض بچوں کی صحیح طریق پر پرورش کرنا بھی ہے کیونکہ قوم کا آئندہ بوجھ ان کے کندھوں پر پڑنے والا ہوتا ہے۔ اگر وہ کمزور ہوں تو اس بوجھ کو نہیں اٹھا سکیں گے۔ اس لئے ان کی خوراک پوری دینی ضروری ہے۔ ہاں اس میں سادگی کا خیال رکھنا چاہیئے۔ اور فضول خرچی کی عادت نہیں ڈالنی چاہیئے ان کو دینی ارکان کا پابند بنایا جائے۔ بچپن سے ہی کبھی کبھی روزہ بھی رکھوانا چاہیئے۔ اس سے ان کی صحت خراب نہیں ہوتی بلکہ یہ صحت کے لئے فائدہ بخش چیز ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔ بعض لوگ بچوں کو نماز کے لئے نہیں جگاتے۔ وہ سمجھتے ہیں ابھی نیا نیا (بچہ) ہے۔ یہ درست نہیں۔ ان کو

نمازوں کی باقاعدگی

کا عادی بنانا چاہیئے۔ پھر ورزش کی عادت بھی ڈالنی چاہیئے۔ کئی لوگ شکایت کرتے ہیں کہ خدام الاحمدیہ والے ورزش کراتے ہیں۔ یہ شکایت ایسی ہی ہے جیسے کسی شخص کو جو دھوپ میں بیٹھا ہوا تھا کسی نے کہا تھا۔ کہ اُٹھ کر سایہ میں ہو جاؤ۔ تو اس نے کہا تھا کہ کیا دو گے۔ بچوں کے ورزش کرنے سے خدام الاحمدیہ والوں کو کیا ملتا ہے۔ اس سے تمہارا ہی فائدہ ہے۔ کہ تمہارے بچوں کی صحت درست ہو جائے گی اخلاق درست ہوں گے۔ اور چستی و چالاکی پیدا ہوگی۔ اگر وہ تندرست و توانا ہو کر زیادہ کمائیں گے۔ تو کیا خدام الاحمدیہ والوں کو کچھ دے دیں گے۔ ہمارے ملک میں بچوں کو محنت کا عادی نہیں بنایا جاتا۔

نتیجہ یہ ہوتا ہے

کہ وہ بڑے ہو کر بھی نکمے ثابت ہوتے ہیں۔ یورپ میں بچوں کو محنت کا عادی بنایا جاتا ہے۔ جس سے بڑے ہو کر بھی وہ کام کے قابل ہوتے ہیں۔ پس دوست اس بات کا خیال رکھیں۔ کہ جہاں بچوں کے ساتھ ایسا سلوک نہ کیا جائے جس سے ان کی صحت بگڑ جائے وہاں ان کی تربیت کا بھی خیال رکھا جائے۔ انہیں محنت و مشقت کا عادی بنایا جائے۔ مشکلات کے برداشت کرنے کی مشق کرائی جائے۔ ۱۹۱۰ء انشاء اللہ اپنے اوقات کو ضائع کرنے سے روکا جائے۔ کیونکہ جن نوجوانوں میں یہ عیوب ہوں وہ ملک۔ قوم بلکہ ساری دنیا کیلئے مصیبت کا موجب ہوتے ہیں۔ اور جو شخص تمہارے بچے کی ایسی تربیت کرنے میں مدد دیتا ہے جس سے وہ محنت اور مشقت کا عادی ہو۔ وہ تمہارا دشمن نہیں بلکہ دلی دوست ہے۔ اور اگر تم اسے چھوڑ دو تو پھر کوئی

(الفضل [illegible])

تحریک جدید کے تبلیغی کارنامے

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن ۔ بمبئی

تاریخ عالم میں بہت سے موڑ آئے ہیں۔ جہاں قوم کے اجتماعی معاملات نیا رُخ اختیار کرتے ہیں۔ عموماً اقوام عالم کی مذہبی روایات میں ایسے اوقات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ یہ ایک متحرک حقیقت ہے۔ اور جب ہم تاریخ عالم سے قدم سے قدم ملا کر چلتے ہیں تو جابجا قومی جد وجہد۔ ایثار اور مقدریت کے ایسے آثار دیکھتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے کارناموں کی وہ متحرک تصاویر جو عہد آدم سے حرکت کرتی ہوئی ہمارے زمانے تک آ گئی ہیں۔ ان میں کتنے اہم کردار ہیں۔ کتنی سج دھج اور کیسی انقلابی شان ہے۔ ہم اسے ہر موڑ پر ٹھہر ٹھہر کے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

چاند اور سمندر قانون قدرت ہے کہ جب چاند سمندر کو اپنی طرف کھینچتا ہے تو اس میں بے پناہ طغیانی آتی ہے موجیں چاند سے ہم آغوش ہونے کے لئے لپکتی ہیں۔ اس وقت سمندر کا نظارہ ہیبت ناک ہوتا ہے۔ مگر بڑا ہی دلنواز۔ لوگ دور دور سے سمندر کی یہ جد وجہد دیکھنے کو آتے ہیں۔ اور تازگی و بشاشت کا تحفہ لے کر جاتے ہیں۔

متحرک زندگی جس طرح سمندر ہمیشہ اس کیفیت سے دوچار رہتا رہتا ہے۔ اسی طرح ہم تاریخ عالم کو بھی ہمیشہ بدلتے اور خم کھاتے دیکھتے ہیں۔ حضرت آدم کی زندگی میں ابلیس اور شجر ممنوعہ کا واقعہ ان کی زندگی کو متحرک بنا دیتا ہے۔ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ان کی دعوت توحید یا ایہا الناس اور رسالت عالم کی نوید سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ آج سیر انبیاء کا مطالعہ کرنے والا استقامت و سرفروشی کے یہ واقعات پڑھتا ہے جن میں بظاہر حزن وغم کی آمیزش ہوتی ہے مگر جب وہ فارغ ہوتا ہے تو طبیعت میں ایک بشاشت ہوتی ہے۔ اور دل اسلاف کے کارناموں پر مسرور رہتا ہے۔

بشارت الٰہی انیسویں صدی کا وہ اہم واقعہ کس شیار پوریں ایک "مرد کامل" پر تجلی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ وہ علائق دنیوی سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ خدا کا خوبصورت چہرہ اسکو اپنی طرف بلاتا ہے۔ اور وہ بار بار اس کی طرف لپکتا ہے۔ آخر خدا کی طرف سے اس کو ایک بشارت ملتی ہے اور یہ مژدہ سنایا جاتا ہے کہ

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا ایک زکی غلام تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔۔ ...... وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا وکان امر اللہ مقضیا۔

(اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء)

یہ بشارت تاریخ عالم میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس ظہور قدسی کے ذریعہ ایک عظیم انقلاب کے وقوع کی خبر دی گئی ہے۔ اور تاریخ احمدیت میں ایک ایسے موڑ کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ جس طرف زمانہ بار بار مڑ مڑ کے دیکھتا رہے گا۔

۱۸۸۶ء اور ۱۹۳۴ء انیسویں صدی عیسوی کا وہ حصہ جس کو ۱۸۸۶ء کہتے ہیں۔ اس بشارت کے نزول کی تاریخ ہے۔ اس کے بعد زمانے کی ہر حرکت اس روز سعید کو قریب تر لانے کی کوشش کرتی رہی۔ آخر وہ وقت آیا کہ یہ عظیم شخصیت پردۂ وجود پر ظاہر ہوئی۔ پھر ان کی زندگی حرکت کرتی ہوئی بیسویں صدی کے اس حصہ میں داخل ہوئی۔ جس کو ۱۹۳۴ء کہتے ہیں۔ بیسویں صدی عیسوی کا یہ حصہ تاریخ عالم میں ایک موڑ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جہاں آکر دنیا نے پھر اسلام کی طرف مڑ کر دیکھنا شروع کیا ایک تحریک جدید کا آغاز ہوا۔ اور ایک دور جدید کی بنیاد ڈالی گئی۔ مسیح موعود کے متعلق اللہ تعالےٰ کی یہ بشارت کہ وہ

دنیا کے کناروں تک شہرت پائیگا

اس کے ظہور کا وقت آگیا۔ تحریک جدید کے زیر اہتمام غیر ممالک میں تبلیغی مشنوں کا قیام۔ مساجد کی تعمیر۔ قرآن مجید کے تراجم کی اشاعت۔ اخبارات و رسائل کا اجراء اور پانچ ہزاری مجاہدوں کی تنظیم یہ وہ سیلابی کارنامے ہیں جو دیکھتے ہی دیکھتے ہر ملک کی دیواروں سے ٹکرا گئے آج دنیا کا کوئی حصہ ایسا نہیں جہاں تحریک جدید کے ماتحت مخلوق خدا کو اسلام کا پیغام نہ سنایا جاتا ہو۔

تبلیغی کارنامے ان مشنوں، مساجد اور تراجم وغیرہ کی تفصیل بار بار اخبارات کے صفحوں پر آ چکی ہے ہم اب اس نقطہ سے ہٹ کر اس کے ایک دوسرے اہم پہلو پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں اور وہ ہے "مفکرین عالم" کا احمدیت کو ایک "موضوع فکر" بنا لینا۔ اور اس کی طرف سے امید و بیم کا اظہار کرنا یہ اس بات کی علامت ہے کہ تحریک جدید کو تاریخ عالم میں سنگ میل کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ اور اب اقوام عالم یہیں پہنچکر دین فطرت یعنی اسلام کی طرف مڑیں گی۔ ایک زمانہ تھا جب حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے اپنی گمنامی کی کیفیت ان الفاظ میں بیان کی تھی۔

میں تھا غریب و بیکس و گمنام بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

لیکن آج "منارۂ تحریک جدید" پر چڑھ کر دیکھئے۔ تو دنیا کے مختلف طبقے آپ کو پیغام احمدیت پر غور کرتے نظر آئیں گے ایک طرف آپ کو یورپ۔ امریکہ۔ افریقہ اور ایشیا۔ کے صحافیوں کی ٹولی نظر آئے گی۔ جو اپنے اخبار و رسائل کو ذکر احمدیت سے سجا رہی ہوگی۔

دوسری ٹولی آپ کو اس حالت میں نظر آئے گی کہ ان کے سامنے "تحریک جدید" کے شائع کردہ لٹریچر ہوں گے اور وہ نکتہ چینوں کی نکتہ چینی پر بچھتا رہے ہوں گے تیسرا طبقہ ایسا نظر آئے گا۔ جو غیر مسلم ہونے کے باوجود اسلام کی طرف سے مدافعت کر رہا ہوگا۔ اور پھر ایک حلقہ ان لوگوں کا سامنے آئے گا۔ جو نماز و دعا میں مشغول ہوگا۔ اور اپنے عمل سے اس واقعہ کی شہادت دیتا ہوگا کہ مغرب سے روحانیت کی صبح صادق نمودار ہو رہی ہے۔

پھر اس سے بڑھ کر ایک طبقہ ان مجاہدوں کا نظر آئے گا جو قبول اسلام و احمدیت کے بعد اپنے لئے جمود و تعطل کی زندگی کو حرام سمجھتا ہوگا۔ اور اپنے نظریات و عقائد کی اشاعت کے لئے سرفروشانہ جد وجہد میں مشغول ہوگا۔

تحریک جدید اور ایٹمی زمانہ اگر ہم اس انقلاب کے اسباب پر غور کریں تو فوراً بیسویں صدی عیسوی کی وہ گھڑی سامنے آ جاتی ہے۔ جب ہمارے امام عالی مقام حضرت مرزا بشیر الدین محمود ایدہ اللہ تعالےٰ نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اسٹیج سے تحریک جدید کا آغاز فرمایا۔ زمانہ کے کاروبار میں ایٹمی توانائی کا عمل دخل تو ایک عشرہ کے بعد ہوا۔ لیکن اس عہد زمانے کے امام ہمام نے روحانیت کے ایک دور جدید کا ایک عشرہ پہلے ہی اعلان فرما دیا تھا۔ اس اعلان کا ذہن و فکر کے انقلاب میں اتنا ہی دخل ہے۔ جتنا ایٹمی توانائی کا صنعتی دنیا میں۔

تحریک جدید کے تین ابتدائی افریقہ میں مباہلت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنا۔ یورپ و امریکہ میں جارحانہ تبلیغ اور ایشیا میں تجدید احیاء دین کی مہم چلانا۔ یہ ہیں تحریک جدید کے ناقابل فراموش کارنامے باد خوت دین کے تین محاذ ہیں۔ ان میں سے ہر ایک ایک عزم باطل کے مدمقابل ہے۔ اور میدان کارزار کی اس ترتیب کا نمونہ جس کو میمنہ میسرہ اور اقدام کہتے ہیں۔

بیسویں صدی کی وہ تعمیری تحریک جس سے زمانہ صدیوں تک متاثر رہے گا وہ یہی تحریک جدید ہے۔ ایٹمی توانائی سے شہروں کو چشم زدن میں ویران کر دینا۔ اور اسی سے دور زمینوں کو قابل کاشت بنا دینا آسان ہے۔ لیکن نظریات و عقائد کی بنیاد پر لوگوں کے ذہن و فکر کو بدل دینا دشوار ہے۔ تحریک جدید اپنے تبلیغی، اصلاحی اور اخلاقی تعلیم کے ذریعہ اسی دشوار مہم کو سر کرنے میں مصروف ہے۔ دنیا کے تمام اہم اہم ناکوں پر جیسے لنڈن۔ واشنگٹن۔ ہالینڈ اور برلن وغیرہ میں تحریک جدید کے مجاہد مخلوق خدا کی یہی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

نماردہ و فراعنہ کی تہذیبوں کا حشر قرآن مجید بتاتا ہے اور تاریخ شہادت دیتی ہے کہ نمارده و فراعنہ کی تہذیب نے بھی اپنے اپنے زمانے کے ذہن پر بڑا گہرا اثر ڈالا تھا۔ ابراہیمی و موسوی تہذیب ان پر غالب آئی۔ حتیٰ کہ نمرودی و فرعونی تہذیب کا نقش انسانی ذہن سے محو ہو گیا۔ تاریخ پھر اپنے کو دہرانا چاہتی ہے۔ اور اس زمانے میں خدا نے اس مقدس خدمت کے لئے تحریک جدید کے مجاہدوں کو منتخب کیا ہے۔ انشاء اللہ العزیز اب اسلامی تہذیب اسی تحریک کے ذریعہ دنیا پر غالب آئے گی۔

شیطانی وساوس کا جواب تحریک جدید مضبوط ارادہ سے منظور ہوا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ارواح خبیثہ کے وساوس کا جواب ہے۔ زمانہ اب دور مادہ کو آگے بڑھ رہا ہے۔ وسوسہ اندازی کی رفتار بھی تیز ہو رہی ہے۔ ایک طرف اگر اہل مذاہب اپنی مداہنت و بے عملی سے مذہب کو

بتنام کر رہے ہیں۔ تو دوسری طرف اشتراکیت کے داعی دنیا کو مذاہب سے نجات دلانے کی فکر میں مبتلا ہیں۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے بار بار زار اور روس کا ذکر کیا ہے آخر کیوں؟ ان اقوال میں خدا کی کوئی بڑی تقدیر کارفرما ہے یعنی یہ کہ ایک دن جماعت احمدیہ کو روس اسلام کا گہوارہ آنے والے ہیں جس سے یہ شمالی اثر دہا نگل دیا جائے گا۔ تحریک جدید اسی باطل شکن قوت کا نام ہے۔ آثار و قرائن صاف بتا رہے ہیں کہ اس کا جنم الٰہی مشیت الٰہی کے ماتحت ہوا ہے۔ آج اشتراکیت اہل مذاہب کو چیلنج دے رہی ہے۔ آج اگر کسی میں اس چیلنج کو قبول کرنے کی صلاحیت ہے۔ تو وہ صرف "تحریک جدید" ہے

اُنیس مطالبات

پھر اس کے اُنیس مطالبات ہر مطالبہ اس فرشتہ کے مشابہ ہے۔ جو جہنم کے دروازوں پر مامور ہے تاکوئی جہنمی اہل جنت پر حملہ نہ کر سکے یعنی علیہا تسعۃ عشر

تحریک جدید کا ہر مطالبہ انسان کو ایک حرص دنیا سے نجات دیتا ہے وہی حرص دنیا جس کے متعلق حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

جہنم کرد داد ترجمان خبر
ہمیں حرص دنیاست جان پدر

کتنا شاندار کارنامہ ہے تحریک جدید کا۔ جس نے امت کے ایک اولوالعزم طبقہ کو سادگی، مساوات اور کفایت شعاری کا جیتا جاگتا نمونہ بنا دیا۔ یہ مطالبات ایک عظیم انقلاب کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ وہ انقلاب جو دنیا کو اشتراکیت سے بھی بہتر نظام زندگی دے گا۔

کسی تحریک کا اپنی سادگی، پاک نفسی اور مجاہدہ و ریاضت کے ذریعہ دنیا کے اذہان پر غالب جانا یہ اس کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ اور ہم نہایت یقین کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے "تحریک جدید" فضیلت و برتری کا یہ تمغہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی یہ تحریک محض تاریخ احمدیت ہی نہیں بلکہ تاریخ عالم میں ایک موڑ کی حیثیت رکھتی ہے۔ جہاں آکر قومیں اسلام کی طرف مڑیں گی اسی کے ذریعہ خورشید اسلام مغرب سے طلوع ہوگا۔ اور اشتراکیت دہریت کو چھوڑ کر مذہب کا لباس زیب تن کرے گی اور یہ نتیجہ ہوگا اس عظیم الشان تبلیغی جدوجہد کا

اس لئے درست یہ ہے کہ آج جو شخص تحریک جدید میں شامل ہوتا ہے وہ

مطالبہ وقف رخصت

از جناب مولوی برکات احمد صاحب بی۔ اے ساجکی ناظر امور عامہ قادیان

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے جو عظیم الشان تحریک "تحریک جدید" کے نام سے جاری فرمائی۔ اس میں اسلام اور احمدیت کی ترقی وسعت اور بلندی کے لئے ستائیس مطالبات احباب جماعت کے سامنے رکھے۔ ان مطالبات میں سے ساتواں مطالبہ "وقف رخصت" کا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ [illegible] سال میں دو دو یا تین تین ماہ کی [illegible] چھٹیاں لے سکتے ہیں وہ اپنی فرصت کے اوقات کو خدا تعالیٰ کے دین کے لئے وقف کریں تاکہ ان ایام میں انہیں تبلیغ کے کام پر لگایا جا سکے۔ جو مخلصین اس مطالبہ کے ماتحت اپنی رخصت یا فرصت کے اوقات کو وقف کر دیں گے ان کو نظارت دعوت و تبلیغ کے انتظام کے ماتحت مختلف مقامات پر تبلیغی کام پر لگایا جائے گا۔ اس ضمن میں عام طور پر ملازمین کو ان کی ملازمت کے علاقہ سے باہر کسی دوسری جگہ متعین کیا جائے گا اور اس میں یہ شرط بھی لگائی گئی ہے۔ کہ ایسے واقفین کو قریب کے علاقہ میں لگائے جانے کی صورت میں سفر اور قیام وغیرہ کے اخراجات سلسلہ کی طرف سے ادا نہیں کئے جائیں گے۔ لیکن اگر کسی زیادہ دور کے علاقہ میں مقرر کیا جائے۔ تو لمبے سفر کے اخراجات کلی طور پر یا ان کا ایک حصہ سلسلہ کی طرف سے ادا ہوگا لیکن بقیہ خرچ واقفین خود ادا کریں گے

تبلیغ کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

> "تو تبلیغ کا جہاد ہر احمدی پر فرض ہے جو شخص اتنے اہم فریضہ کو ترک کرتا ہے اس کے گنہگار ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ ۔
>
> ۔ ۔ ۔ ۔ ہر احمدی جو اپنی زبان سے دوسروں کو تبلیغ کرنے کی طاقت رکھتا ہے اور وہ اپنے اوقات میں سے تبلیغ کے لئے کوئی وقت نہیں دیتا وہ یقیناً ایک فریضہ کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے ایسا ہی گنہگار ہے جیسے نماز کا تارک گنہگار ہے ایسا ہی گنہگار ہے جیسے روزے کا تارک گنہگار ہے ایسا ہی گنہگار ہے جیسے حج اور زکوٰۃ کا تارک گنہگار ہے"

یہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے تحریک جدید کے "مطالبہ وقف رخصت" کے ذریعہ تبلیغ کے جہاد کبیر کا موقعہ مخلصین جماعت کو مہیا کیا ہے اب یہ ہمارا کام ہے کہ اس مبارک موقعہ سے فائدہ اٹھائیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں۔

جو مخلص احباب اپنے فارغ اوقات یا رخصت کے ایام تبلیغ کے کام کے لئے وقف کریں گے۔ ان کو خدا تعالیٰ کی خاص تائید و نصرت حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرو گے تو یقیناً تمہارے کاموں میں اللہ تعالیٰ نصرت فرمائے گا۔ اور تمہیں ترقی اور سربلندی کے بلند مقام پر مستقل طور پر فائز کر دے گا۔ اسی طرح یہ بات بھی درست ہے کہ من کان للہ کان اللہ لہٗ یعنی جو اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کا ہو جاتا ہے اور جب کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہو جاتی ہے جو تمام خوبیوں اور طاقتوں کا سرچشمہ اور ہر ایک خیر و برکت کا منبع ہے تو اس کو دین و دنیا کا سب کچھ مل جاتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا کہ:۔

> "جو تو میرا ہو رہے سب جگ تیرا ہو"

یعنی اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کے ماتحت زندگی گزار کر اور اسی کی رضا جوئی کے لئے خدمت دین کر کے اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے تو دنیا اپنے جملہ سامان اور اسباب کے ساتھ اس کی خدمت میں لگ جاتی ہے۔ اور ایسے شخص کو ہر قسم کی خیر و برکت سے نوازا جاتا ہے۔

"وقف رخصت" کے مطالبے کو پورا کرنے کے لئے جو مخلص ارادہ کرتا ہے لازمی طور پر اس کو تبلیغی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے دینی واقفیت حاصل کرنا پڑتی ہے اور وہ اپنے مذہبی لٹریچر اور دوسرے مذاہب کے لٹریچر سے بھی حتی المقدور واقفیت حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح اس کا علم ترقی کرتا ہے۔ اور اس کے اندر انشراح اور انبساط کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اور بشاشت سے ادا کی

ہوئی یہ دینی خدمات اس کے لئے اعلیٰ قسم کے ثواب اور قرب الٰہی کے حصول میں ممد ہوتی ہیں۔ اور ایسے مخلصین کے ایمان میں جلا اور تازگی پیدا ہوتی ہے۔

اس مطالبے کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ تنخواہ دار مبلغین کی باتوں کا بعض دفعہ پورا اثر اس لئے نہیں ہوتا کہ غیر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان مبلغین کا کام اور ڈیوٹی ہی تبلیغ کرنا ہے۔ لیکن جب دنیوی اعتبار سے کوئی معزز اور مخلص احمدی طوعاً اپنے فارغ اوقات میں لوگوں کو پیغام حق پہنچاتا ہے تو لوگ زیادہ توجہ سے اس کی باتیں سنتے ہیں اور ان کو قبول کرنے کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

جو مخلصین اس مطالبہ کے تحت تبلیغی فریضہ کو ادا کرتے ہیں اور عظیم الشان اخلاقی اور تربیتی فائدہ بھی پہنچتا ہے۔ کیونکہ جب وہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا نام اور پیغام اور آپ کی اصلاحی و اخلاقی تعلیمات کو دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ اور احمدیہ جماعت کے اخلاق کا دوسرے مسلمانوں یا غیر مسلموں کے اخلاق سے موازنہ کرتے ہیں تو اگر ان کی ذات میں کوئی کمی یا نقص ہوتا ہے تو ان کی باتوں کو سننے والے فوراً ان پر نکتہ چینی اور حرف گیری کرتے ہیں۔ اور یہ تنقید ان کی اپنی اصلاح اور اخلاقی ترقی کا باعث بنتی ہے۔

احباب کو چاہئے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کے "وقف رخصت" کے ارشاد پر زیادہ سے زیادہ عمل پیرا ہو کر تبلیغ کے جہاد کبیر میں حصہ لیں۔ اور ان فوائد اور برکات کے وارث ہوں جو مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہیں۔ انسانی زندگی عارضی اور محدود ہے۔ اور انسانی جسم کے ساتھ کمزوری اور انحطاط لازم پکڑا ہوا ہے۔ پس مبارک ہیں وہ جو صحت اور فراغت کے قیمتی لمحات کو ضائع ہونے سے بچائیں اور انہیں خدمت دین کے لئے وقف کر کے اپنے محسن و مہربان آقا کی خوشنودی اور رضا حاصل کریں۔ اللہ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

۲۔ وہ مبارک انسان ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اسی کے ذریعہ اپنا وعدہ پورا کر رہا ہے جو اس نے اپنے برگزیدہ مسیح سے کیا ہے کہ "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"۔

سادہ زندگی

از مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل انچارج احمدیہ مسلم مشن کلکتہ

(۱)

مخبر صادق حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی خدمت ابتداً ان لوگوں نے کی جو سادہ۔ غریب اور بوریہ نشین تھے اور آئندہ اسلام پر ایک نازک وقت آنے والا ہے۔ جبکہ مسلمانوں میں بادشاہ موجود ہوں گے۔ امراء و رؤسا موجود ہوں گے۔ لیکن ان کی بادشاہت۔ ریاست اور امارت سے اسلام کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ ہاں اسلام کی خدمت کرنیوالے انہی سادہ۔ غریب اور بوریہ نشینوں کے مثیل ہوں گے۔ جنہوں نے ابتدائے اسلام میں اپنے تن من دھن سے اسلام کی خدمت کی تھی۔ اس لئے حضور نے فرمایا کہ میں ان سادہ نفس مگر ایمان میں کامل لوگوں کو خوشخبری دیتا ہوں کہ مولا کریم نے انہیں یہ سعادت نصیب کی۔

حضور نے یہ بھی فرمایا کہ

"اذا عظمت امتی الدنیا نزعت منہا ھیبۃ الاسلام"

کہ جب میری امت دنیا کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی۔ تو اسلام کی ہیبت اور وقعت اس کے قلوب سے نکل جائے گی۔

امت مسلمہ کے دو دور ہمارے سامنے ہیں۔ ایک دور تھا کہ مسلمان سادگی سے زندگی بسر کرتا تھا۔ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عامل اور اللہ تعالےٰ پر یقین کامل رکھنے والا تھا۔ دنیا اس کی نگاہ میں مچھر سے زیادہ حقیر اور ذلیل تھی۔ ان کی اس سادگی میں عظیم الشان ہیبت تھی۔ کہ جس سے بڑے بڑے ملوک و سرفراز لرزتے تھے۔ پھر دوسرا دور وہ آیا کہ امت مسلمہ نے اپنے اسلاف کے اسوہ کو فراموش کر دیا۔ نیز ہزاروں قسم کی بدعات۔ بد رسوم۔ خلاف شریعت اعمال سے اسلام کے منور چہرے کو داغدار کر دیا۔ اور وہ مسلمان جو دنیا کو پر پشہ کے برابر نہ سمجھتا تھا مادیت کے تند و تیز سیلاب میں بہہ گیا اور اس نے بھی مادیت میں غرق ہو کر زبان حال سے کہہ دیا۔

اب تو آرام سے گذرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

اسلام کا پہلا دور جو خیر القرون کے نام سے موسوم ہے کتنا شاندار اور کتنا بابرکت و پُر عظمت تھا کہ آج اس دور کا خیال کر کے بھی ہمارا دل دوگونہ جذبات سے لبریز ہو جاتا ہے۔ اور اس کے تصور سے شاداں اور فرحاں ہو جاتا ہے۔ لیکن اسکے برعکس دوسرے دور کو دیکھ کر ہر دل لرزاں و ترساں ہو جاتا ہے۔

دوسرے دور کے مسلمانوں کی پامال حالت کو دیکھ کر ایک دل بیقرار نہ ہوا اور اس نے قوم مسلم کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا:۔

"غیر قوموں کو دیکھ کر ان کی ریس مت کرو کہ انہوں نے دنیا کے منصوبوں میں بہت ترقی کر لی ہے۔ اسلئے آؤ ہم بھی ان کے نقش قدم پر چلیں سنو اور سمجھو کہ وہ خدا سے سخت بیگانہ اور غافل ہیں"۔
(کشتی نوح)

چند لوگوں پر اس بیقرار دل کی آواز کا اثر ہوا۔ اور انہوں نے تہیہ کیا کہ ہم مادیت کی موجودہ تند و تیز رَو کا مقابلہ کریں گے۔ اور اپنی زندگیوں میں آج سے تیرہ سو سال پہلے کی محمدی جھلک پیش کریں گے۔ اور اپنے کردار سے صحیح اسلامی سیرت کو دنیا میں اُجاگر کریں گے۔ یہ عہد کرنے والے بظاہر غریب۔ بالکل سادہ اور بوریہ نشین لوگ تھے لیکن ایمان کی چنگاری اپنے دل میں رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنے عہد کو نباہا۔ اور واقعی ایک بلند کردار دنیا کے سامنے پیش کیا۔ جسے دیکھ کر سینکڑوں لوگ عش عش کر اٹھے۔ اور یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ

"قومی سیرت کا وہ اسلوب جس کا سایہ عالمگیر کی ذات نے ڈالا ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ ہے اور ہماری تعلیم کا مقصد ہونا چاہیئے کہ اس نمونہ کو ترقی دی جائے۔ اور مسلمان ہر وقت اسے پیش نظر رکھیں۔ پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں"۔
(علامہ اقبال)

(۲)

جماعت احمدیہ اسلام کی عظمت و بلندی کے پروگرام پر عمل پیرا تھی۔ کہ شیطان نے اپنا رول ادا کیا اور کچھ لوگوں کو جماعت کے خلاف اکسایا یہ لوگ مذہب کا لبادہ اوڑھ کر بڑے کرّ و فر سے نکلے اور انہوں نے یہ زہریلا پروپیگنڈا کیا کہ جماعت احمدیہ اسلامی سیرت کی جس عمارت کی تعمیر کر رہی ہے ہم اسے مسمار کر دیں گے۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ یہ عمارت ریت پر تعمیر کی جا رہی ہے۔ اسلئے

جیہڑی عمارت کھڑی اے ریت اُتے
اونوں کرن لئی مسمار اوہ معمار آیا

اس وقت بھی کاروان احمدیت کا سالار حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد جیسا اولو العزم انسان تھا۔ وہ بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہوا اور نہایت ہی الحاح اور عاجزی سے عرض کیا کہ اے میرے پیارے خدا ہم تیرے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کے لئے کوشاں ہیں لیکن یہ نام نہاد معمار جنہیں تعمیری کاموں سے کوئی سروکار نہیں ہمارے رستے میں روک بن رہے ہیں۔ تو ہی اپنے فضل سے اس روک کو دور کر۔ خدا نے آپ کو تسلی دی اور فرمایا مت گھبرا اپنے عملی پروگرام کو تیز سے تیز تر کر دے۔ میں ہر لحظہ اور ہر آن تیرے ساتھ ہوں۔ اور جلد ہی ان کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل جائے گی اور یہ خائب و خاسر ہوں گے۔

وہ اولو العزم انسان اس دلربا آواز کو سن کر اٹھا۔ اور قوم کو یہ خوشخبری سناتے ہوئے یوں گویا ہوا۔ خدا تعالےٰ نے مجھے اس زہر کیلئے تریاق عطا فرما دیا ہے جو ہمارے مخالفین استعمال کر رہے اور یہ تریاق نیا نہیں۔ بلکہ قرآن مجید کا بیان کردہ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمودہ تریاق ہے میں اسے نیا کہتا ہوں کیونکہ امت اسے بھول چکی ہے یہ تریاق آپ نے تحریک جدید کے مطالبات کی صورت میں جماعت کے سامنے رکھا۔

تحریک جدید کا مطالبہ

(بقیہ صفحہ ۱۲)

کر دہ قلیل ترین رقم ادا کر کے تحریک جدید میں حصہ لے"۔

حضور کا مندرجہ بالا ارشاد اس بات کا مقتضی ہے کہ ہر وہ شخص جس نے ابھی تک اس تحریک جدید کے مالی جہاد میں حصہ نہ لیا ہو یا وعدہ کر کے ادائیگی میں غفلت سے کام لیا ہو۔ وہ اس میں حصہ لینے اور اپنے وعدہ کی ادائیگی کی فکر کرے۔ ہم میں سے بہت ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کے زمانہ کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کے دلوں میں یہ جوش اور حسرت پیدا ہوتی ہے کہ کاش وہ اس وقت پیدا ہوتے اور ان قربانیوں میں شامل ہو سکتے ہم میں سے بہت ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ نہیں پایا اور ان کے دل میں تڑپ پیدا ہوتی ہے کہ کاش وہ بھی حضور علیہ السلام کے صحابہ میں شامل ہو کر بے مثال خلوص اور فدائیت کا نمونہ پیش کرنے میں۔ ایسے تمام احباب جماعت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الہامات کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو ہمارے موجودہ پیارے امام حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالےٰ کے متعلق ہیں۔ اور جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الہامات کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو ہمارے موجودہ پیارے امام حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالےٰ کے متعلق ہیں اور جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پسر موعود کو حسن و احسان میں اپنا نظیر قرار فرمایا ہے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس عظیم الشان نعمت کی صحیح رنگ میں قدر کرتے ہوئے حضور کے ارشادات کی تعمیل میں تحریک جدید کے جملہ مطالبات پر عمل پیرا ہوں اور حقیقی طور پر اس بات کا ثبوت دیں کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ہم سب کو اس کی توفیق بخشے۔

آمین ۔:۔

درخواستہائے دعا

۱۔ مکرم بشیر الدین صاحب ابن الہ دین ابراہیم بھائی صاحب کا بڑا لڑکا لفیر احمد تقریباً ایک ماہ سے بیمار ہے علاج کچھ بہتر نہیں آرہا ہے۔ بزرگان سلسلہ و درویشان قادیان سے خاص طور پر دعاؤں کی درخواست ہے۔

خاکسارہ بیگم (دختر حضرت سیٹھ عبد اللہ الہ دین سکندر آباد)

۲۔ میرا بیٹا ایک محکمہ میں ٹریننگ حاصل کر رہا ہے اسکی نمایاں کامیابی کے لئے احباب جماعت سے عاجزانہ درخواست ہے۔

خاکسار ملک فضل کریم خان مجھر نگرہ ہور

انسان کامل

دنیا کیلئے کامل نمونہ

از حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ

۱۲ ربیع الاول کو ہندوپاکستان میں میلاد النبی کی تقریب سعید منائی جاتی ہے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس موقعہ پر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم تقاریر کئے جانے کو پسند فرمایا ہے چنانچہ نظارت دعوۃ و تبلیغ کی طرف سے جلسہ ہائے سیرت النبی کرنیکی ہدایت ہوئی ہے اسی سلسلہ میں حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کا یہ مضمون انشاء اللہ مفید ہوگا (ادارہ)

انسان کامل نمونہ کا محتاج ہے

انسان بالطبع نمونہ کا محتاج ہے اور بغیر نمونہ کے کوئی کام بھی انسان نہیں کرسکتا اس کی بولی نمونہ چاہتی ہے۔ اس کا لباس نمونہ چاہتا ہے۔ اس کی طرز بود و باش نمونہ کی مقتضی ہے۔ غرض انسان اپنی ہر حرکت و سکون میں کسی کو نمونہ بنانے کے بغیر کچھ نہیں کرسکتا اور جس طرح ہر فرد ایک نمونہ کا محتاج ہے اسی طرح جبتک دنیا کی قومیں آپس میں ملی نہ تھیں تو ہر قوم کو اپنے لئے ایک نمونہ کی ضرورت تھی۔ اور آج جبکہ مغربی ایجادات کی وجہ سے ساری دنیا ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر ایک برادری کے حکم میں ہوگئی ہے تو ساری دنیا ایک نمونہ اور اُسوہ کی شدید ترین محتاج ہے۔

کامل نمونہ کون ہوسکتا ہے

اور نمونہ وہی ہوسکتا ہے جو تمام امور میں کامل ہو۔ ورنہ اگر وہ کسی بات میں ناقص ہوگا۔ تو لوگ اس کے نقش پر چل کر بجائے کامل ہونے کے ناقص اور بجائے اچھا بننے کے بُرے بنجائینگے۔ اسلئے نہایت ضروری ہے کہ نمونہ اس کو بنایا جائے۔ جو تمام اوصاف میں کامل اور تمام باتوں میں احسن اور تمام امور میں افضل ہو جس کی ہر بات اچھی ہو جس کا ہر فعل قابل تقلید ہو۔ اور ایسا شخص وہی ہوسکتا ہے جس کی زندگی ہر طرح کے داغوں سے پاک اور ہر قسم کے دھبوں سے صاف ہو۔ کیونکہ اگر خود اس کی زندگی پاک صاف نہ ہوگی۔ تو لوگ کس طرح اس پر اعتماد کرسکیں گے۔ غرض کامل نمونہ کیلئے دو امر ضروری ٹھیرے۔ ایک یہ کہ اس کی زندگی معصیت کے داغ سے مبرا ہو۔ دوئم یہ کہ اس کی زندگی کمالات اور ایسے امور سے بھری ہوئی ہو۔ اور زندگی کے ہر شعبہ میں اس کے افعال قابل تقلید مثال پیش کرتے ہوں۔

کامل نمونہ دنیا میں صرف ایک شخص ہے

اس تمہید کے بعد یہ تمام دنیا میں یہ اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ ہم نے بہت غور و فکر اور تلاش و جستجو کے بعد ایک ایسا شخص تلاش کر لیا ہے جسے بغیر کسی شک و شبہ کے اور بغیر کسی ادنیٰ تامل و تشویش کے تمام دنیا کے لئے کامل نمونہ اور مکمل اُسوہ کے طور پر پیش کرسکتے ہیں اور وہ شخص وہ ہے جس کے متعلق ہم نہیں بلکہ ہمارا خدا ہمیں کہتا ہے کہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ یعنی اب دنیا کے لوگوں کے لئے اگر کوئی کامل نمونہ ہوسکتا ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود اور آپ کی ذات بابرکات ہے۔ اور چونکہ کامل نمونہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ تمام معائب سے پاک ہو۔ اس لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون۔ یعنی اے نبی تو تمام دنیا میں اعلان کر دے کہ نبوت و رسالت اور قرب تقرب کے زمانہ کا کیا ذکر؟ میری تو نبوت اور رسالت سے قبل کی زندگی بھی تمام معائب اور معاصی سے پاک و مبرا ہے۔ کوئی ہے جو میری زندگی میں کوئی نکتہ چینی کرسکے؟ اور چونکہ کامل نمونہ کیلئے علاوہ معائب سے پاک ہونے کے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ تمام اوصاف کاملہ کا جامع ہو۔ اس لئے فرمایا۔ انک لعلیٰ خلق عظیم یعنی تمام تعلقات انسانی جو دوستوں، دشمنوں دور و نزدیک کے رشتہ داروں۔ بیوی بچوں۔ اپنوں بیگانوں اور ناواقفوں پر مشتمل ہیں۔ اور تمام وہ فرائض جو ایک انسان کے ذمہ ہوتے ہیں۔ ان سب میں حضور علیہ السلام کی ذات ستودہ صفات کامل نمونہ اور بے نظیر اُسوہ ہے۔

کامل نمونہ کی شناخت کا عقلی معیار

قرآن مجید کے اس دعویٰ کو غیر مذاہب والے بغیر دلیل کے کس طرح تسلیم کرسکتے ہیں بالخصوص عیسائی مسیح کو۔ آریہ چار رشیوں کو دنیا کے لئے کامل نمونہ سمجھتے ہیں۔ اس لئے ایک مسلمان کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ یہ ثابت کرے۔ کہ واقعہ میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کے ہر شعبہ میں ہر شخص ہر قوم اور ہر ملک کے لئے نمونہ ہیں اور یہی نے چونکہ یہی ثابت کرنے کیلئے اس مضمون کو شروع کیا ہے۔ اس لئے میں کامل نمونہ کی پہچان کا ایک عقلی معیار پیش کرتا ہوں۔ جس پر جو شخص بھی پرکھا جاکر پورا اترے گا۔ وہی ساری دنیا کے لئے کامل نمونہ ہوگا۔ اور وہ معیار یہ ہے کہ چونکہ کامل وہی شخص ہوسکتا ہے جو دنیا کے ہر شخص کے لئے نمونہ ہو۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس پر تمام حالات بھی آویں جو دنیا میں لوگوں پر آتے رہیں۔ اور کوئی حالت جو دنیا میں کسی شخص پر آسکتی ہے۔ اس سے وہ شخص خالی نہ ہو۔ کیونکہ اگر وہ دنیا کے لوگوں کی کسی ایک حالت سے بھی خالی ہوگا۔ تو وہ کم سے کم ان حالات والے شخص کے لئے نمونہ نہ ہوگا۔ اور اس طرح وہ کامل نمونہ نہ ہوسکے گا۔

انسانوں کے تمام حالات کا نقشہ

ذیل میں ہم ایک نقشہ بتاتے ہیں کہ دنیا میں عموماً لوگوں پر کیا حالات آسکتے ہیں۔ اور پھر دیکھیں گے کہ دنیا کے کس پیشوا اور امام اور نبی پر وہ تمام حالات آئے ہیں۔ تاکہ ہم معلوم کرسکیں کہ وہ ہمارے لئے ہمارے تمام حالات میں نمونہ بن سکتا ہے یا نہیں؟

۱۔ یتیمی۔ ۲۔ والدین، چچا، دادا۔ یعنی بزرگوں کی خدمت کا موقعہ۔ ۳۔ غریبی ۴۔ امیری۔ ۵۔ محکومیت۔ ۶۔ حکومت ۷۔ جنگ کرنا۔ ۸۔ فتح پانا۔ ۹۔ شکست کھانا۔ ۱۰۔ اکیلا ہونا۔ ۱۱۔ لاکھوں کا سردار ہونا۔ ۱۲۔ غیر شادی شدہ ہونا۔ ۱۳۔ شادی کرنا۔ ۱۴۔ بیمار ہونا۔ ۱۵۔ تندرست ہونا۔ ۱۶۔ صاحب اولاد ہونا۔ ۱۷۔ اولاد کا فوت ہونا۔ ۱۸۔ دوستوں والا ہونا۔ ۱۹۔ دشمنوں والا ہونا۔ ۲۰۔ ملازمت کرنا۔ ۲۱۔ تجارت یا اور کوئی کاروبار کرنا۔ ۲۲۔ بیع و شرا، قرض و رہن وغیرہ معاملات کرنا۔ ۲۳۔ معاہدات کرنا۔ ۲۴۔ کس مپرس و گمنام ہونا۔ ۲۵۔ مشہور ہونا۔ ۲۶۔ بچپن ۲۷۔ جوانی۔ ۲۸۔ ادھیڑ ہونا۔ ۲۹۔ بڑھاپا ۳۰۔ قید ہونا اور دشمن کے پنجے میں گرفتار ہونا۔ ۳۱۔ آزاد ہونا۔ ۳۲۔ مظلوم ہونا ۳۳۔ ظالم پر غلبہ ہونا۔ ۳۴۔ ظلم کرنیکا موقعہ پانا۔ ۳۴۔ زخمی ہونا۔ ۳۵۔ قتل ہونا یا قتل ہونے لگنا۔ ۳۶۔ فوت ہونا۔ ۳۷۔ نوکروں چاکروں، لونڈی غلاموں والا ہونا۔ ۳۸۔ کنبہ والا ہونا۔ ۳۹۔ کسی کا ہمسایہ ہونا۔ ۴۰۔ وطن سے بے وطن ہونا۔ ۴۱۔ کسی یتیم یا بیوہ کا سرپرست ہونا۔ ۴۲۔ متعدد شادیاں کرنا۔ ۴۳۔ ایک بیوی کرنا۔

کامل نمونہ پر تمام حالات کا وارد ہونا ضروری ہے

ہم نے جہاں تک غور کیا ہے۔ ایک انسان پر اس کی زندگی میں جس قدر بھی مختلف اور متضاد حالات آسکتے ہیں وہ کم و بیش چالیس ہیں۔ اب یہ معلوم کرنے کے لئے کہ تمام دنیا کے لئے ان تمام حالات میں کون کامل نمونہ ہوسکتا ہے نہایت ضروری ہے کہ ہم دیکھیں کہ دنیا کے پیش کردہ پیشواؤں میں سے کسی پر یہ حالات آئے ہیں یا نہیں۔ پھر دیکھا جائیگا کہ وہ ان حالات میں ہمارے لئے اچھا نمونہ بن بھی سکتا ہے یا نہیں۔ پہلے صرف یہ دیکھنا ہے کہ آیا مذہبی لیڈروں۔ قوموں کے اماموں اور پیشواؤں پر یہ حالات کثیرہ مختلفہ وارد بھی ہوئے ہیں یا نہیں۔ مثلاً اگر عیسائیوں کے مذہب کے بانی پر یہ حالات ہی نہیں آئے۔ تو وہ ان حالات میں ہمارے لئے کس طرح نمونہ بن سکتا ہے؟ یا مسلمانوں کا پیشوا ان حالات ہی میں سے نہیں گذرا۔ تو مسلمان کس منہ سے دنیا کو کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے نبی اور رسول کے جھنڈے کے نیچے آؤ۔ وہ تمہارے لئے کامل نمونہ ہے اسلئے سب سے اول ہم صرف یہ دیکھیں گے۔ کہ دنیا کی قوموں اور مشہور مذہبوں کے پیشواؤں پر یہ حالات سب کے سب آئے ہیں یا نہیں۔

عقلی معیار پر رشیوں کی عدم مطابقت

اس معیار کے مطابق پہلے ہم وید کے چار رشیوں کو لیتے ہیں لیکن افسوس کہ سوائے اس کے کہ آریوں کا زبانی دعویٰ ہے کہ ابتداء عالم میں چار رشی اگنی۔ وایو۔ آدتیہ اور انگرہ نامی آج سے ایک ارب چھیانوے کروڑ برس پہلے گذرے ہیں اور کوئی امر بھی وہ ان کے متعلق نہیں کہہ سکتے۔ سوائے اس کے کہ وہ بے ماں باپ تھے اور بس۔ نہ انکی تاریخ محفوظ ہے۔ نہ ان کا شادی کرنا۔ صاحب اولاد ہونا۔ حاکم و محکوم ہونا۔ دوست دشمن رکھنا۔ جنگ کرنا۔ فتح و شکست پانا وغیرہ وغیرہ۔ یعنی ان چالیس حالات میں سے کسی ایک حالت کا بھی وارد ہونا آریوں کے نزدیک بھی ثابت نہیں۔ اور اس امر کے وہ خود مقر ہیں کہ ہمیں ان رشیوں کے حالات کا قطعاً کوئی علم نہیں۔

عقلی معیار پر مسیح کی عدم مطابقت

اس کے بعد ہم عیسائیوں سے عرض کرتے ہیں۔ کہ براہ مہربانی اپنے پیشوا اور خداوند کے حالات کی لسٹ پیش کیجئے۔ مگر افسوس کہ ہم اس لسٹ کو اکثر جگہ سے خالی پاتے ہیں اور جس نمبر کو دیکھتے ہیں۔ اور جس نمبر کو دیکھتے ہیں۔ وہاں یا تو صفر لکھا ہوتا ہے یا عدم علم کا عذر کیا ہوتا ہے کیونکہ جب ہم نے اس لسٹ کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ مسیح غریب تو تھے۔ مگر امیری کی حالت ان پر نہیں آئی۔ اس لئے ایک امیر اپنی زندگی میں اپنی امارت کے لئے مسیح کے حالات کو کس طرح نمونہ بنا سکتا ہے؟ اسی طرح مسیح رومیوں کے محکوم تو تھے مگر خود کبھی حاکم اور بادشاہ نہ ہوسکے۔ اس لئے ایک بادشاہ جو یہ چاہتا ہے کہ میں اپنی بادشاہت میں کسی کامل بادشاہ کو نمونہ بناؤں۔ وہ کس طرح حضرت مسیح کو نمونہ بناسکتا ہے۔ اسی طرح مسیح نے نہ کسی قوم سے جنگ کی نہ ان کو موقعہ ملا۔ کہ ایک جنگجو ایک فاتح یا ایک شکست خوردہ آپ کو نمونہ بناسکے۔ مسیح کنوارے رہے۔ اور بیشک تمام زندگی کے کنواروں کے لئے نمونہ ہیں۔ کیونکہ مسیح نے باوجود کنوارا ہونے کے ساری عمر نہایت عفیف

اور پاکدامن رہے۔ اس لئے کنوارے آپ کو نمونہ پکڑ سکتے ہیں۔ اور کنوارہ رہ کر آپ کی پاکدامنی کا نمونہ اختیار کر سکتے ہیں۔ مگر افسوس کہ مسیح نے شادی نہیں کی۔ اس لئے شادی شدہ لوگوں کے لئے آپ نمونہ نہیں بن سکتے۔ پھر چونکہ مسیح نے شادی نہیں کی۔ اس لئے آپ صاحب اولاد بھی نہیں تھے۔ اس لئے صاحب اولاد لوگ اپنی اولاد کی تربیت میں آپکو نمونہ نہیں بنا سکتے۔ پھر جب آپ صاحب اولاد نہ تھے تو آپ کی اولاد فوت بھی نہیں ہوئی۔ اس لئے کس طرح وہ شخص جس کی اولاد فوت ہو جس کا جگر کا ٹکڑا اس سے جدا کیا جائے۔ موت جس لعل کو اس سے چھین کر لے جائے۔ مسیح کو صبر جمیل کے لئے نمونہ بنا سکتا ہے۔ دیکھو ایک شخص بوڑھا ہے۔ اس کی اولاد فوت ہو رہی ہے۔ لڑکیاں اور لڑکے پے در پے مرتے جاتے ہیں اس کی آنکھوں کے سامنے دنیا اندھیر ہو رہی ہے وہ طبعاً چاہتا ہے کہ مجھے اس وقت کوئی رہبر ملے جو مجھے بتائے کہ اس پل صراط سے کس طرح گذرنا چاہیئے وہ آواز دیکر کہتا ہے خداوند مسیح میرا ہاتھ پکڑیئے اور مجھے فرمایئے کہ اب میں کیا کروں۔ میری بڑھاپے کی زندگی کس طرح بسر ہو۔ مجھے کیا طریق اختیار کرنا چاہیئے۔ مگر افسوس کہ مسیح اس کا ہاتھ نہیں پکڑتے بلکہ وہ یہی اتنا فرما دیتے ہیں کہ بھائی صبر کرو۔ وہ کہتا ہے کہ کس طرح صبر کروں؟ موت نے تو ہائے ظالم کر کر جگر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں۔ میرے نور چشم میری آنکھوں کے سامنے پیوند زمین ہو گئے ہیں۔ چلتے پھرتے جوان بیٹے بیٹیاں ملک الموت مجھ سے چھین کر لے گیا ہے میرا روشن گھر اندھیرا ہو گیا ہے مجھے کسی وقت چین نہیں کیا مجھے اے خداوند ایسی مصیبت آئی کہ میں تیرے حالات پر غور کر کے تسلی پا سکوں؟ تو مسیح صاف کہتے ہیں کہ بھائی بیشک مجھے یہ مصیبت دنیا میں نہیں پہنچی مجھے معلوم ہی نہیں کہ اولاد کیا ہوتی ہے اور اس کی محبت کیا ہوتی ہے۔ اور پھر جدائی کا صدمہ کیا ہوتا ہے میں تو اس مصیبت سے ناآشنا ہوں۔ وہ مصیبت زدہ کہتا ہے کہ حضور پھر میں آپکو دیکھ کر کس طرح تسلی پا سکتا ہوں؟ اسی طرح مسیح نے کوئی کاروبار نہیں کیا۔ نہ تجارت کی۔ نہ ملازمت کی نہ بیع و شراء اور رہن وغیرہ معاملات میں پڑے۔ تو کس طرح آپ تاجروں، ملازموں، کاروباری لوگوں یا خرید و فروخت کرنے والوں کے لئے نمونہ بن سکتے ہیں؟ پس مسیح تمام دنیا کے کروڑوں تاجروں، لاکھوں کاروباری لوگوں، لاکھوں ملازموں اور اربوں روزانہ خرید و فروخت کرنے والوں کے لئے کیا نمونہ پیش کر سکتے ہیں؟ وہ تو ایک درویش تھے۔ ہاں درویشوں نالائق ہوں کے متوکلوں کے لئے بیشک آپ نمونہ ہیں۔ اسی طرح آپ مظلوم تھے آپ قید ہوئے، آپ قتل کئے گئے یعنی قتل کے قریب ہوئے۔ اور ان تمام امور میں

آپ نے اچھا نمونہ دکھایا، صبر کیا، جوانمردی اختیار کی، سب کچھ کیا اور مظلوموں، قیدیوں کے لئے بیشک آپ نمونہ ہیں مگر اس کے برعکس آپکو موقعہ نہیں ملا۔ آپ کے دشمن آپ کے قابو میں ہوتے تاکہ ان لوگوں کے لئے آپ کو نمونہ کہہ سکیں جن کو دشمن پر غلبہ کا موقعہ ملتا ہے مگر وہ عفو سے کام لیتے ہیں۔ انتقام کی گنجائش ہے مگر وہ درگذر کرتے ہیں۔ وہ ظلم کر سکتے ہیں مگر وہ رحم اختیار کرتے ہیں

اسی طرح مسیح ان لوگوں کیلئے بھی نمونہ نہیں۔ جن کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں کہ عدل کس طرح کیا جا سکتا ہے؟ اور باوجود ایک بیوی سے زیادہ محبت ہونے کے پھر کمال عدل کیونکر ممکن ہے؟ اسی طرح حضرت مسیحؑ نے کوئی ذکر نہیں کیا کہ آپ کا کوئی غلام تھا، نہ آپ کی کوئی لونڈی تھی۔ کہ وہ لوگ آپ کو نمونہ پکڑ سکیں جنہیں خدا نے ہزاروں نوکر دیئے آگے پیچھے پھرنے کے لئے لونڈی اور غلام دیئے۔ اور خدمت کیلئے ہزاروں ملازم ان کے سپرد کئے۔ اسی طرح مسیح پر بقول عیسائیوں کے بڑھاپا نہیں آیا۔ کہ بوڑھے اور کمزور لوگ مسیح کا نمونہ اختیار کریں! پھر انجیل میں مسیح کی کسی بیماری کا حال نہیں لکھا کہ بیمار لوگ اپنے اخلاق میں مسیح کو نمونہ بنا سکیں۔ پھر نہ مسیح ہمسایہ رکھتے تھے، نہ کوئی یتیم یا بیوہ ان کی سرپرستی میں تھی۔ اس لئے مسیح کی زندگی کا مطالعہ کر کے ایک شخص کس طرح معلوم کر سکتا ہے کہ مجھے ہمسایوں سے کس طرح سلوک سے پیش آنا چاہیئے۔ اور یتیم اور بیوہ کی کس طرح سرپرستی کرنا چاہیئے۔ غرض ان چالیس امور میں سے صرف پانچ چھ باتوں میں حضرت مسیح نمونہ بن سکتے ہیں۔ باقی تمام حالات ہمارے لئے مسیح قطعاً نمونہ نہیں۔ اسلئے ہم پڑھے اور سب عیسائی صاحبان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ بیشک کسی زمانہ میں یہودیوں کی ایک محدود قوم میں مبعوث ہو کر ایک عظیم الشان ساری دنیا کی طرف آنیوالے پیغمبر کی خوشخبری دینے کیلئے تو مسیح آئے ہوں گے لیکن اس زمانہ میں جبکہ ساری دنیا ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو چکی ہے اور انسانی زندگی میں چالیس کے قریب مختلف اور متضاد حالات گذر رہے ہیں۔ چونکہ مسیح ان تمام حالات میں دنیا کے لئے نمونہ نہیں بن سکتے۔ اسلئے براہ مہربانی آج سے مسیح کو تمام دنیا کے لئے کامل رہبر اور کامل نمونہ کے طور پر پیش نہ کیا کریں۔

عقلی معیار پر آنحضرت صلعم کی کلی مطابقت

اسکے بعد ہم مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ اپنے پیشوا اور نبی کے حالات اور کارناموں کی فہرست پیش کرو۔ وہ ایک ضخیم جلد ہمارے سامنے رکھدیتے ہیں۔ جب ہم اس کو کھولکر دیکھتے ہیں تو خدا کی قسم بغیر مبالغہ کے کہتا ہوں کہ اس کا ہر صفحہ سنہری حروف میں لکھا ہوا پاتا ہوں۔ اسکی فہرست میں کسی جگہ صفر نہیں اور اس کے کسی نمبر میں عدم علم کا عذر نہیں بلکہ اس میں ایسی ایسی عجیب باتیں اور ایسے عظیم الشان کارنامے لکھے ہوئے ہیں کہ جن کی فہرست بھی نہیں ہو سکتی۔ اور جو کسی شمار کی حد میں نہیں آ سکتے اور پھر پوچھو تو تمام کارنامے ۶۳ سال میں نہیں بلکہ ۲۳ سال میں۔ نہیں بلکہ صرف مدنی زندگی کے دس سال میں دکھائے گئے تھے کتاب کو دیکھتا ہوں تو یقین نہیں آتا کہ ایک شخص، وہ بھی امی، وہ بھی غریب، وہ بھی یتیم پھر وہ بھی کہ ساری قوم اسکو چھوڑ چکی ہے اور خود اس کو گھر سے بھاگ کر غاروں میں چھپنا پڑتا ہے۔ وہ یہ کارنامے دکھاتا ہے دل چاہتا ہے کہ کتاب پھینک کر انکار کر دوں اور کہہ دوں۔ کہ یہ تو ایک ناول ہے۔ مگر کیا کروں واقعات کو کون رد کر سکتا ہے دوست بھی مانتے ہیں، دشمن بھی اقرار کرتے ہیں۔ تاریخ بھی تسلیم کرتی ہے۔ دنیا کا جغرافیہ اور براعظموں کی پولیٹکل تبدیلی سلطنتوں کا عروج و زوال، یورپ کے پادری، ہندوستان کے آریہ، حتیٰ کہ سوامی دیانند تک اقرار کرتے ہیں۔ تو میں آنکھوں پر پٹی کس طرح باندھ سکتا ہوں؟ آخر مجبور ہو کر مانتا ہوں۔ اور ماننا پڑتا ہے اور بغیر ماننے کے چارہ ہی نہیں۔ میں تو بینا ہوں سورج تو اندھے کو بھی اپنا وجود منوا لیتا ہے اس لئے اب میں

یتیموں کے لئے کامل نمونہ

کتاب کو کھولتا ہوں۔ وہاں سب سے پہلے لکھا ہوا ہے کہ حمل کے چھٹے مہینے والد فوت ہو گیا۔ پڑھتے ہی عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے اور خوشی میں اٹھ کھڑا ہوتا ہوں۔ اور کہتا ہوں۔ آؤ! اے ایشیا و افریقہ و یورپ اور نئے براعظموں کے کروڑوں یتیم بچو! آؤ تمہارے سارے غم دور ہو گئے۔ سب مشکلات حل ہو گئیں تمہاری کٹھن منزل نزدیک آ گئی۔ اے بیکس یتیمو! تم نے تو کم و بیش اپنے باپ کی شکل دیکھی ہوگی۔ اور پھر محروم ہوئے ہوگے۔ کوئی ایک [illegible] کے بعد کوئی دو سال کے بعد، کوئی کسی عمر میں۔ مگر دنیا کا سب سے بڑا یتیم ہاں مسلمانوں کا یتیم اعظم تو جب دنیا میں آیا۔ تو باپ کئی ماہ پہلے ہی روانہ ہو چکا تھا۔ اس نے تو ایک دن کے لئے بھی اپنے باپ کی محبت نہ پائی۔ اس نے تو ایک منٹ کے لئے بھی اپنا باپ نہ دیکھا۔ مگر کیا وہ والد سے محروم ہو کر بداخلاق ہو گیا؟ یا کیا آوارہ ہو گیا؟ یا قوم کی نظروں سے گر گیا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ وہ تو ایسا شریف نکلا۔ اور ایسا تربیت یافتہ ہوا کہ دادا اپنے حقیقی بیٹوں سے بڑھ کر پہلے

سے اور چچا اپنے حقیقی نور چشموں سے بڑھکر اپنے بھتیجے سے محبت کرتا تھا۔ عبدالمطلب کی مسند پر کوئی جوان بیٹا قدم نہیں رکھ سکتا تھا بلکہ تمام جوان بیٹے کنارے پر بیٹھتے تھے مگر وہ یتیم پوتا ایسا شائستہ، ایسا خوبیوں والا۔ ایسی دلفریب عادات رکھنے والا نکلا کہ دادا کے پہلو بہ پہلو بیٹھتا۔ پھر چچا کو دیکھو شام کا سفر کرتا ہے۔ کون بیٹا ہے جو باپ کے ساتھ غیر ممالک کی سیر کرنا نہیں چاہتا مگر چچا اگر کسی کو ساتھ لیتا ہے تو بھتیجے کو۔ یہ تھے اخلاق اس یتیم کے یہ تھیں عادات اس بے باپ بچے کی۔ پس اے یتیمو! اگر تمہارا باپ فوت ہو چکا ہے تو تم اس یتیم اعظم کے حالات پڑھو پھر اس کی روش اختیار کرو۔ اور اسکے طریق پر چلو، اور ویسی سعادتمندی پیدا کرو۔ اور پھر دیکھو سب تم سے باپ کی طرح محبت کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ اور خدا نے تم سے ایک جسمانی باپ لیا تھا اس کے عوض ساری دنیا کے شریف آدمی تمہارے روحانی باپ بننے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اور وہی لوگ جو تمہیں پوچھتے نہیں، تمہیں اپنی مجلسوں میں بیٹھنے نہیں دیتے، تمہیں حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تمہاری ستھری ہوئی عادتیں دیکھکر، تمہاری شرافت دیکھکر، تمہاری کم گوئی، ادب، تمیز اور تمہاری خوبیاں دیکھکر تم کو سر آنکھوں پر بٹھانے کیلئے تیار ہو جائیں گے۔ اور یہ سچ مچ تم اس کے مصداق ہو جاؤ گے کہ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوٰى یعنی کیا تم یتیم نہ تھے کیا تم کو لوگ اپنی مجلسوں سے نکال نہ دیتے تھے۔ کیا تم کو حقارت سے نہ دیکھتے تھے۔ پھر کیا تمہاری خوبیوں کیوجہ سے تمہاری شرافت کو دیکھکر، تمہارے اوصاف کا مشاہدہ کر کے یہ نقشہ پلٹ نہیں گیا؟ کیا تم لوگوں میں معزز نہیں ہو گئے کیا اب دنیا تمہاری قدر نہیں کرنے لگی؟ کیا تم باپ والوں سے بڑھ کر صاحب عظمت نہیں ہو گئے اور [illegible] ہو گئے۔ اور یہ سب اسلئے ہوا کہ تم نے اپنی عادات کو درست رکھا۔ خوبیوں میں ترقی کی اور ادب سے پیش آئے۔ تو دنیا کہنے لگی۔ کہ کیسا اچھا بچہ ہے پس دنیا کے یتیم بچوں کو چاہیئے کہ اگر وہ قعر ذلت سے نکلنا چاہتے ہیں۔ اور یتیمی کے نقصان کو دور کرنا چاہتے ہیں۔ تو یتیم اعظم کے نمونہ کو اختیار کریں۔ احادیث سے ثابت ہے اور تواریخ بھری پڑی ہیں ان واقعات سے کہ حضور یتیمی کے زمانے میں اور بچپن کے زمانے میں نہایت شرمیلے، [illegible] راستباز، نہایت کم گو، کامل مؤدب۔ ماں، چچا اور دادا اور بزرگوں کے کامل فرمانبردار تھے۔ آوارہ پھرنے کی گالی گلوچ کی عادت نہ تھی۔ یقیناً دنیا کے ہر یتیم کے لئے نمونہ ہیں۔

آنحضرت والدین والے بچوں کے لئے کامل نمونہ

یہاں پر ممکن ہے کہ کوئی شخص کہہ دے کہ حضور تو یتیم تھے اس لئے دنیا کے تمام یتیموں کیلئے بیشک حضور نمونہ بن سکتے ہیں۔ لیکن جو لڑکے یتیم نہیں بلکہ ان کے باپ زندہ ہیں اور وہ اپنے باپ کی خدمت اور فرمانبرداری اختیار کرنا چاہتے ہیں

اُن کے لئے حضورؐ کس طرح نمونہ بن سکتے ہیں کیونکہ حضورؐ نے تو باپ کا زمانہ پایا ہی نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضورؐ اُن بچوں کیلئے بھی ویسا ہی نمونہ ہیں جیسا کہ حضورؐ یتیموں کے لئے۔ کیونکہ گو حضورؐ کے والد فوت ہو چکے تھے مگر باپ کی بجائے دادا اور چچا موجود تھے۔ اور آپؐ نے اُن کی ایسی فرمانبرداری اختیار کی تھی کہ کوئی شخص باپ کی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ پس ان بچوں کے لئے بھی نمونہ ہیں جو یتیم نہیں کیونکہ وہ حضورؐ کے ان حالات کو پڑھ کر جو ہیں حضورؐ نے اپنے جدِّ امجد اور عمِ محترم کی کامل اور پوری اور قریباً ساری عمر خدمت کی ہے آپؐ کو اپنے لئے نمونہ بنا سکتے ہیں۔ پس کیا عجیب اتفاق ہے کہ آپؐ کے والد فوت ہو جاتے ہیں تاکہ آپ یتیموں کے لئے نمونہ ہوں۔ اور دادا زندہ رہتے ہیں تاکہ آپؐ باپ والے بچوں کے لئے خدمت و فرمانبرداری کا نمونہ بن سکیں۔

یہاں پر دل چاہتا ہے کہ حضورؐ کی یتیمی کے زمانہ کے حالات اور دادا اور چچا کی فرمانبرداری کے واقعات تفصیل سے لکھوں۔ مگر افسوس کہ گنجائش نہیں۔ مضمون حد سے بڑھ رہا ہے۔ اسلئے مجبوراً اسے چھوڑ کر آگے بڑھتا ہوں۔ اور بجائے تفصیل اور کسی ترتیب کے کسی کسی جگہ سے حضورؐ کی کتاب حیات کی ورق گردانی کرتا ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ لکھا ہوا ہے کہ آپ

آنحضرتؐ غریبوں کے لئے کامل نمونہ ہیں

غریب تھے اور غریب بھی ایسے کہ جن کا کوئی گذارہ نہ ہو۔ دادا فوت ہو چکے ہیں۔ چچا گو نہایت معزز ہے مگر جتنا معزز ہے اتنا ہی غریب اور کثیر العیال بھی ہے۔ اپنا گذارہ بھی نہیں کر سکتا۔ یہ پڑھ کر مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ الحمد للہ ہم غریبوں کی مشکل آسان ہوئی۔ اب ہم آپؐ کی زندگی کا مطالعہ کر کے معلوم کریں گے کہ غرباء کو کیا طریق اختیار کرنا چاہیئے۔ اور کس طرح غربت کی جلن، سوزش اور تکالیف کو برداشت یا مقابلہ کر کے دور کرنا چاہیئے۔ سو بیشک ہم آپؐ کی زندگی کا دورِ غربت سنہرے حروف میں اور جلی قلم سے لکھا ہوا دیکھتے ہیں۔ اور ہر غریب کے لئے اُس کو کامل نمونہ اور بے نظیر اُسوہ پاتے ہیں۔ سنئے دنیا میں بہت سے غریب بالخصوص خاندانی لوگ اس لئے غربت کا شکار رہیں کہ وہ محنت نہیں کر سکتے۔ اُنہیں اگر کوئی کام بھی ملتا ہے تو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ مر جائیں گے مگر مزدوری نہ کریں گے۔ قومیں ترقی کر رہی ہیں۔ غریب امیر ہو رہے ہیں۔ صناع اور لیبر دنیا میں بادشاہ بن رہے ہیں۔ لیکن یہ اپنی گذشتہ شان پر فخر کر رہے ہیں۔ کروڑوں درود و سلام ہو اس غریب پر کہ سب سے معزز اور عالی خاندانی اور عبد المطلب کا بیٹا ہو کر اس وقت جبکہ بادشاہ ہو گیا ہے فخر محسوس کرتا ہے اور کہتا ہے ولقد رعیت لاهل مکة علی قراریط۔ کہ میں چند پیسوں کے عوض مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ اور اپنی اُمت کو صاف اور معین الفاظ میں بار بار کہتا ہے کہ سب سے افضل کھانا وہ ہے جو اپنے ہاتھ کی کمائی کا ہو۔ اور فرماتا ہے۔ کہ داؤد نبی بھی اپنے ہاتھ کی صنعت کی کمائی سے کھاتے تھے۔ پھر اُمت کو ڈرانے کیلئے کہتا ہے۔ اللّٰھم انی اعوذ بک من العجز والکسل۔ الٰہی مجھے سستی سے نکما رہنے سے اور بیکار رہنے سے بچا۔ پھر اپنی اُمت کے ایک شخص کو جا کر کہتا ہے کہ یہ کلہاڑی لے اور جنگل میں جا اور لکڑیاں کاٹ کر پیٹھ پر لاد کر شہر میں لا اور بیچ۔ اور دیکھ خبردار! کسی سے کچھ نہ مانگنا۔ پھر بچپن میں بکریاں چرانے کے بعد حضورؐ ایک مالدار بیگم کے گماشتہ بن جاتے ہیں۔ اور مرد ہو کر عورت کی، اور معزز ہو کر اپنے سے کم درجہ کے خاندان کی عورت کی ملازمت اختیار کرتے ہیں اور دوسرے ممالک میں جا کر تجارت کرتے ہیں۔ اور اس طرح بکریاں چرانا، ملازم ہونا۔ تجارت کرنا تینوں پیشے اختیار کر کے دنیا کے غریبوں پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ دیکھو انسان کے لئے سوائے خدا کی نافرمانی کے اور کسی کام میں عیب نہیں کاش! مسلمان غرباء اس نصیحت پر عمل کرتے لیکن افسوس کہ یورپ والوں نے عمل کیا۔ اور آج یورپ کے موچی۔ جلاہے۔ لوہار اور دکاندار یہ چاروں گروہ تمام دنیا پر حکومت کر رہے ہیں۔ لیکن مسلمان بھوکے مر رہے ہیں۔ اور اپنے نبی کے حکم پر عمل نہیں کرتے۔ پھر یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ غربت کے نتیجہ میں کچھ عیب پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً سوال کرنا۔ چوری کرنا۔ حرص کرنا۔ خیانت کرنا۔ قرض لے کر ادا نہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔ مگر ہمارا پیشوا باوجود غربت کے ان تمام نقائص سے پاک تھا۔ صاف لکھا ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگا۔ بلکہ آپؐ نے سوال سے اپنے دوستوں کو اتنا منع کیا کہ کسی صحابیؓ کا کوڑا اگر جاتا تو وہ خود گھوڑے سے اُتر کر اُٹھاتے یا لیتے اور کسی سے نہ مانگتا۔ چوری اور خیانت اور حرص کا کیا کہنا آپؐ تو بچپن سے امین مشہور تھے۔ قرض لے کر ادا نہ کرنا تو کس طرح ممکن ہے؟ آپؐ تو قرض کی واپسی کے وقت اصل رقم سے زیادہ ادا فرمایا کرتے تھے۔ پس میرا ممدوح تمام دنیا کے غرباء کے لئے نمونہ ہے۔ اگر کوئی شخص اس کے نمونہ پر چلے تو علاوہ اس کے کہ وہ غربت کے تمام عیبوں سے بچ جائے گا۔ وہ خدا کے فضل سے غریب بھی نہ رہے گا۔ اور سچ مچ خدا اُسے خطاب کر کے فرمائے گا ووجدک عائلا

فاغنیٰ۔ یعنی ہم نے تجھے غریب پایا پھر غنی کر دیا۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

آنحضرتؐ دولتمندوں کیلئے کامل نمونہ

اسی طرح حضورؐ ایک زمانہ میں دولتمند ہو گئے جیسا کہ خود قرآن مجید کہتا ہے۔ فاغنیٰ یعنی تجھے ہم نے غنی کر دیا۔ پس آپؐ فورڈ اور امریکہ کے کروڑپتی تاجروں اور دنیا کے تمام دولتمندوں کے لئے نمونہ ہیں۔ آپؐ فتح مکہ کے بعد اتنے امیر ہو جاتے ہیں کہ ایک ایک آن میں ہزاروں غلام لونڈیاں آزاد کر دیتے ہیں۔ کہ شہر کی گلیاں اُن سے بھر جاتی ہیں اُونٹ اور مویشی دینے پر آتے ہیں تو ایک ایک شخص کو سو سو اُونٹ بخش دیتے ہیں۔ اور اتنا خرچ کرتے ہیں کہ مکہ کے تجربہ کار اور بوڑھے جہاندیدہ رئیس کہتے ہیں کہ محمدؐ تو اس طرح خرچ کرتا ہے جس طرح کہ اُسے خزانہ میں کمی کا ڈر ہی نہ ہو۔ پس تمام دولتمندوں کو چاہیئے کہ آپؐ کی زندگی کا مطالعہ کریں۔ اور آپ کے قدم بقدم چل کر دولت سے حقیقی فائدہ حاصل کریں۔ سنئے! آپؐ بیشک دولتمند ہو گئے۔ مگر اپنی ذات پر بیجا خرچ نہیں کیا۔ سادہ کپڑے، سادہ خوراک، وہی سادہ زندگی جو غربت میں تھی رہی اب بھی ہے۔ بیویوں کو خیال ہوتا ہے کہ اب زیورات بننے شروع ہو جائیں گے۔ اور بجائے غرباء کو روپیہ دینے کے ہمارے مصرف میں آوے گا اس لئے انہیں فرمایا جاتا ہے۔ ان کنتن تردن الحیوٰة الدنیا و زینتھا فتعالین امتعکن و اسرحکن سراحًا جمیلا۔ یعنی زیورات پر اور دنیوی آرام و آسائش پر روپیہ خرچ کرنا ہے تو پھر میری مصاحبت کی توقع نہ رکھنا۔ میرا تو یہ رنگ ہے کہ دولت خدا کی امانت ہے۔ جسے ملے وہ خود بھی بیشک کھائے۔ مگر اپنی قوم کے غریبوں پر بھی خرچ کرے، یتیموں کو دے۔ بیواؤں کی خبرگیری کرے۔ مساکین اور مقروضوں اور قیدیوں کے پیچھے دبلے ہوؤں کی مدد کرے۔ بخاری میں لکھا ہے کہ جب آپ کو اللہ تعالےٰ نے فراخی دی۔ تو آپ اپنی ہر بیوی کو سال بھر کا خرچ پیشگی دیدیتے پھر اپنے تمام مال کو غرباء اور باقی رشتہ داروں اور قومی ضروریات پر خرچ کرتے وفات کے وقت فرمایا۔ ما ترکت بعد نفقة نسائی ومؤنة عاملی فھو صدقة۔ یعنی میری جائداد وارثوں میں تقسیم نہ ہو گی بلکہ وقف ہوگی۔ میرے خلفاء کو چاہیئے کہ میری بیویوں کو سال بھر کا خرچ دے کر اور میری جائداد کے منتظموں کی تنخواہ ادا کر کے بقیہ روپیہ غرباء میں صدقہ دیدیا کریں۔ غرض ہمارا ممدوح کیا عجیب عملی نمونہ دنیا کے دولتمندوں کے سامنے چھوڑ گیا ہے کہ بے شک دولت سے فائدہ اُٹھاؤ۔ خود کھاؤ۔ بیوی بچوں کو دو۔ مگر اپنی جائز ضروریات سے زائد خزانوں اور دفینوں کی صورت میں نہ رکھو۔ بلکہ اللہ کا مال اللہ کے غریب بندوں کو دے دو۔ تو پھر یہ مال سانپ نہ بن جائے گا۔ کھاؤ اور کھلاؤ پہنو اور پہناؤ۔ فائدہ اُٹھاؤ اور فائدہ پہنچاؤ۔ اور علاوہ اس کے غرباء کی حقارت مت کرو۔ اسراف نہ کرو۔ اور امیر ہو کر غریبوں سے محبت و شفقت سے پیش آؤ۔ کیا آج اگر دنیا کے سرمایہ پرست اس عملی نمونہ کو اُسوہ بنالیں تو پھر کسی بالشویزم کی ضرورت رہتی ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ پھر آپؐ نے دُنیا کے سامنے صرف اپنا نمونہ ہی پیش نہیں کیا بلکہ اپنی اُمت کے لئے قانون بنا دیا کہ ہر امیر اور دولت مند آدمی اپنی آمدنی کا چالیسواں یا بیسواں حصہ اپنی قوم کے غرباء کے لئے لازماً ادا کرے۔ اور اگر نہ دے تو حکومت جبراً اس سے لے سکتی ہے

آنحضرتؐ محکوموں کیلئے کامل نمونہ

اس کے بعد ہم آپؐ کی کتاب حیات کو سرسری طور پر دیکھتے ہوئے معلوم کرتے ہیں کہ آپؐ ۱۳ سال کا عرصہ محکوم رہے اور محکوم بھی ظالموں بلکہ خونخوار درندوں کے ماتحت۔ مگر کبھی آپؐ نے بغاوت نہ کی۔ زیادہ ظلم دیکھا تو ساتھیوں کو کہا کہ یہاں سے خاموشی سے چلے جاؤ۔ اور جاؤ تم کو خدا کے سپرد کیا۔ جاؤ سمندروں کے پار عادل بادشاہوں کے سایہ کے نیچے رہو۔ اگر کسی نے تنگ آ کر کہا کہ حضور ہمیں اپنے حاکموں سے لڑنے کی اجازت دی جائے تو فرمایا۔ الم تر الی الذین قیل لھم کفوا ایدیکم۔ یعنی نہیں نہیں اپنے ہاتھ روک لو۔ خبردار اپنے حاکموں سے مت لڑنا۔ پھر جب حاکموں کی سختی حد سے بڑھ گئی اور آپؐ کی جان کے لالے پڑ گئے تو آپؐ خاموشی سے اس حکومت کو چھوڑ کر چلے گئے۔ مگر علم بغاوت بلند نہ کیا۔ کیا ایسے صبر اور استقلال اور اس قدر بُردباری اور اتنی امن پسندی دنیا میں کوئی اور نظیر بھی رکھتی ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ پس آپؐ تمام محکوموں اور رعایا کے لئے نمونہ ہیں۔

آنحضرتؐ حاکموں اور بادشاہوں کیلئے کامل نمونہ ہیں۔

پھر آپؐ ... نمونہ ... ایک زمانہ وہ آیا ... کہ آپؐ خود بادشاہ ہو گئے۔ اور خدا کے فضل سے ایسی بادشاہت کی کہ ساری دنیا کے بادشاہ آپؐ کے نمونہ پر چل کر دین و دنیا کی برکات حاصل کر سکتے ہیں۔ آپؐ بادشاہ ہیں جس کو چاہیں پکڑیں جس کو چاہیں چھوڑیں۔ مگر عادل اتنے کہ ایک مجرم کے چھڑانے کیلئے آپؐ کے دربار میں آپؐ کے مقرب حتیٰ کہ آپؐ کا محبت پیارا اسامہؓ سفارش کرتا ہے تو آپؐ کہتے ہیں کہ اسامہ أتشفع فی حد من حدود اللہ۔ کیا

جس جرم کے متعلق خدا کا قانون سزا تجویز کرتا ہے تو اس کے چھڑانے کی سفارش کرتا ہے؟ پھر فرمایا "لو سرقت فاطمۃ لقطعت یدھا"۔ کہ یہ جرم تو دور سے میری برادری کا ہے اگر میری لخت جگر فاطمہ چوری کرتی۔ تو میں اس پر حد جاری کرتا۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

پھر بادشاہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم لوگوں کی خدمت کے لئے نہیں۔ بلکہ لوگ ہماری خدمت کے لئے ہیں۔ مگر آپ فرماتے ہیں سیّد القوم خادمھم یعنی جسے خدا بادشاہ یا سردار بنادے وہ سمجھے کہ آج سے مجھے تمام قوم کا خادم بنا دیا گیا ہے۔ حضورؐ خود اس قانون کا عملی نمونہ تھے۔ کبھی نہیں چاہا کہ لوگ آپ کی بڑائی کریں۔ ایک شخص رعب کی وجہ سے کانپتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں تو عرب کی ایک غریب بیوہ عورت کا بیٹا ہوں۔ جو غربت کی وجہ سے سوکھا ہوا باسی گوشت بھی استعمال کر لیا کرتی تھی آپؐ ناپسند فرماتے تھے کہ کسریٰ و قیصر کی طرح آپ کے دربار میں کوئی شخص آپ کے سامنے کھڑا ہو۔

حضورؐ کے روزمرہ کاروبارِ گرام پھر اکثر بادشاہ اپنے کام وزراء اور دوسرے امراء کے سپرد کر کے آپ عیش و عشرت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ مگر ہمارے بادشاہ سارے کام خود کرتے ہیں۔ پانچوں نمازیں خود پڑھاتے ہیں عیدین اور جمعے خود کرواتے ہیں۔ تمام لشکر خود روانہ کرتے ہیں خود ہی افسر مقرر کرتے ہیں۔ پھر خود ہی اُن کے جھنڈے اور عَلم اپنے ہاتھ سے باندھتے ہیں۔ سپاہیوں کا انتخاب پھر ان کے لئے زادِ راہ اور ہتھیاروں کا انتظام خود کرتے ہیں۔ روانگی کے وقت دور تک ساتھ جاتے ہیں۔ افسروں اور ماتحتوں کو ہر قسم کی ہدایات خود دیتے ہیں اکثر لڑائیوں میں خود شریک ہوتے ہیں۔ اور فوج کو خود لڑواتے ہیں۔ یہاں تک کہ اِذ تبوّئُ المؤمنین مقاعد للقتال کے مطابق ایک ایک سپاہی کا ڈیوٹی اور پہرہ خود مقرر کرتے ہیں تمام مقدمات دیوانی اور فوجداری خود فیصلے کرتے ہیں۔ اگر رات کو شور سنتے ہیں تو سب سے پہلے بھاگ کر وہاں پہنچتے ہیں۔ غریبوں، لونڈیوں اور غلاموں کے کام خود کرتے ہیں۔ تمام معاہدات خود مرتب کرتے ہیں۔ حج، عمرے، غزوے ان سب تقریبات میں خود شریک ہوتے ہیں۔ مرنے والوں کے جنازے خود پڑھاتے ہیں۔ قبرستان تک ساتھ لے جاتے ہیں۔ رعایا میں سے ایک غریب رنگی کو دو گز رشتہ بیچ کر گھر پر بلاتا ہے۔ تو اس کی دلجوئی کے لئے دعوت قبول کرتے ہیں۔ تیر اندازی کی مشق میں خود شریک ہوتے ہیں کھانا اپنے سامنے زمین کھدوا دو ڈکروا تے ہیں

گتکا اور نیزہ بازی کے مردانہ اور فوجی کرتب خود دیکھتے ہیں بلکہ ڈر دور کرنے کے لئے بیویوں کو دکھاتے ہیں۔ رعایا میں سے کسی کو بیمار سنتے ہیں۔ تو اس کے گھر بیمار پرسی کے لئے جاتے ہیں۔ کسی کے ہاں بچہ پیدا ہو اس کے گھر جا کر کان میں اذان اور تکبیر کہتے ہیں۔ لوگ اپنے بیمار لاتے ہیں تو دُعا کرتے اور خود دوا تجویز کرتے ہیں۔ اپنی جوتی خود گانٹھ لیتے ہیں۔ گھر میں جاتے ہیں تو کھانا تیار کرنے اور گھر کا کام کاج کرنے میں بیویوں کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ غرض ہر وقت کام میں معروف رہتے ہیں۔ پھر کام لگا یا ہی نہیں رہتا۔ بلکہ روز کا روز ختم ہوتا رہتا ہے کام میں اتنی مستعدی ہے کہ عصر کی نماز میں خیال آتا ہے کہ گھر میں سرکاری خزانہ کا کچھ سونا پڑا ہے جو ابھی غرباء میں تقسیم نہیں ہو سکا۔ اور میں ڈرا کہ کہیں شام ہو جائے اور غرباء میں تقسیم نہ ہو سکے۔ پھر گھر پر کوئی دربان نہ رکھا۔ بوڑھے، بچے، عورتیں، مرد ہر وقت آنے والوں کا ایک تانتا بندھا رہتا ہے اور سب سے ملتے ہیں۔ اور سب کے کام سے فارغ ہو کر اُن کو رخصت کرتے ہیں جب کوئی ملتا ہے تو کبھی نہیں کہتے کہ جاؤ بلکہ آنے والا خود اپنی مرضی سے چلا جاتا ہے پھر غرباء کی بھی۔ اپنے گھر پر دعوتیں کرتے ہیں۔ اپنے خادم انسؓ اور اپنے ساتھی ابوہریرہؓ کو اکثر کہتے ہیں کہ جاؤ غرباء کو بلا لاؤ۔ آج انہیں دودھ پلا دیں۔ آج حریرہ کھلا دیں۔ آج کھجوریں تحفہ میں آئی ہیں ان کی دعوت کریں۔ پھر روزانہ اپنے گھر میں مغرب کی نماز کے بعد مسجد سے دس پانچ نو وارد مہمان ضیافت کے لئے لاتے ہیں اور انہیں اپنے ساتھ کھانا کھلاتے ہیں۔

آنحضرتؐ متاہل لوگوں کیلئے کامل نمونہ پھر سلطنت کے کاموں کی وجہ سے اپنے خانگی فرائض کو ضائع نہیں کرتے۔ ایک وقت میں نو بیویاں ہیں۔ ہر گھر میں باری باری سے شب باشی ہوتے۔ دن کو عصر کے بعد ہر گھر میں جا کر سلام کرتے۔ سودا سلف منگوانے کا انتظام کرتے۔ عزیزہ بیٹی فاطمہؓ کے گھر بھی جاتے۔ ان سے ملتے۔ اس کے بچوں کو گلے سے لگاتے، پیار کرتے۔ رعایا میں ہر شخص سے اس طرح ملتے کہ وہ سمجھتا کہ شاید میں ہی سب سے افضل اور آپ کا محبوب ہوں۔ صبح سے عشاء کی نماز تک انفرادی اور قومی معاملات میں اس طرح معروف رہتے۔ کہ خود خدا نے فرمایا۔ اِنَّ لک فی النَّھارِ سبحًا طویلًا یعنی سارا دن تو کاموں میں مشغول رہتا ہے عشاء کی نماز کے بعد گھر میں واپس آتے تو چاہیئے تھا کہ تھکے ہارے آ رہے ہیں۔ ساری رات آرام کرتے۔ مگر ہائے! نہیں

وہ بستر پر جا کر تھوڑی دیر آرام کرتے ہیں۔ اور جب ذرا تھکاوٹ دور ہوتی ہے۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ مُصلّے پر کھڑے اپنے خدا کے حضور رو رہے ہیں۔ بخاری میں لکھا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اتنی اتنی دیر تہجد کی نماز میں کھڑے رہتے ہیں کہ آپ کے پاؤں سوج جاتے۔ دوست۔ احباب، بیوی بچے، سب رو کتے۔ مگر آپ فرماتے۔ اَفلا اکون عبدًا شکورًا۔ یعنی کیا میں اپنے آقا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

پھر لکھا ہے تہجد کی نماز میں آپ ایسی بے قراری سے روتے اور آپ کے سینے سے ایسی آواز آتی جیسے ہنڈیا جوش مارتی ہے۔ لکھا ہے کہ بعض دفعہ آپ نے تہجد کی نماز شروع کی اور فجر تک یہی آیت پڑھتے اور روتے رہے

اِن تعذّبھم فانّھم عبادک وان تغفر لھم انّک انت العزیز الحکیم۔

بیت المال کے متعلق حضورؐ کی احتیاط پھر بادشاہوں میں یہ نقص ہوتا ہے کہ سرکاری خزانہ کو اپنا ذاتی مال سمجھتے ہیں۔ مگر حضورؐ کے متعلق لکھا ہے۔ کہ مالِ غنیمت کے ایک اونٹ کی پیٹھ پر ہاتھ مار کر آپ نے کچھ بال اکھیڑے اور لوگوں کو دکھا کر فرمایا کہ میرے مقررہ حق کے علاوہ سرکاری خزانہ میں سے یہ بال لینے بھی مجھے جائز نہیں، بلکہ مجھ پر حرام ہیں

حضورؐ کا قومی کاموں میں بطور فرد حصہ لینا پھر قومی کاموں کی ترغیب کے لئے آپ ہر مشکل کام میں سب سے پہلے نمونہ بنتے۔ مسجد نبوی بننے لگی۔ تو سب سے پہلے آپ نے اکیلے ہی پتھر ڈھونے شروع کر دیے اور یہ دیکھ کر ایک انصاری شاعر چلایا۔

لئن قعدنا والنبیُّ یعملُ
لذاک منّا العملُ المضلّلُ

یعنی نبی اکیلا کام کرے اور ہم بیٹھے رہیں یہ تو نہایت ہی بری کارروائی ہوگی اٹھو اور کام کرو۔

غزوۂ احزاب کے موقع پر سخت سردیوں کے دنوں میں حضورؐ خندق کھودنے میں شریک تھے۔ اور آپ کا سینہ مبارک مٹی سے بھرا ہوا تھا۔ کہ ایک صحابی آیا۔ اس نے حضورؐ کو دکھایا کہ بھوک کی وجہ سے خالی پیٹ پر پتھر باندھا ہوا ہے۔ آپؐ نے اس کی تسلی کے لئے اپنا پیٹ دکھایا۔ اس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے کھودتے

کھودتے سورج غروب ہو گیا کہ حضرت عمرؓ آئے اور کہنے لگے حضور جس جنگ کا کام کر رہے تھے۔ وہاں کا فروں نے ایسا زور کیا ہوا تھا کہ ہم بمشکل عصر کی نماز پڑھ سکے۔ آپ نے فرمایا اور یہاں تو اتنا زور تھا کہ ہم عصر کی نماز ابھی تک بھی نہیں پڑھ سکے۔ پھر انتظام ایسا کہ یا تو عرب میں ڈاکے پڑتے تھے یا مکہ سے کویت تک اور خیبر سے یمن تک ایک کمزور عورت ہتھیلی پر سونا لے کر چلتی تو کوئی پوچھنے والا تک نہ تھا۔ رعب ایسا کہ خود فرمایا۔ نُصِرتُ بالرُّعبِ مسیرۃَ شَھرٍ۔ یعنی خدا نے مجھے ایسا ایسا رعب دیا ہے کہ عرب سے ایک ایک ماہ کے فاصلہ پر رہنے والی حکومتیں عرب کی طرف آنکھ اُٹھانے کی جرأت نہیں کر سکتیں۔ اسی طرح اس زمانہ کے بادشاہوں کا یہ حال ہے کہ نمود کے لئے کبھی خود جاتے ہیں۔ اور کبھی بیٹے شہزادوں کو میدانِ جنگ میں بھیج دیتے ہیں۔ جو محفوظ مقامات پر رہتے ہیں صرف دوسروں کا دل بڑھانے کے لئے میدانِ جنگ میں جاتے ہیں۔ مگر ہمارا بادشاہ ہر جنگ میں سب سے پیش پیش رہتا تھا۔ حضرت علیؓ سا بہادر کہتا ہے کہ ہم جنگوں کی شدت سے بچنے کے لئے حضور کے پیچھے ہو جایا کرتے تھے جنگِ حنین میں سب سے آگے بڑھے کہ ایک شخص نے سواری کی مہار پکڑ کر روکا فرمایا اسے چھوڑ دو پھر آگے بڑھ کر فرمایا

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِب
اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب

بدر کا واقعہ جنگ بدر کا واقعہ ہے دشمن کے تین بہادر میدان میں آئے۔ اور انہوں نے مطالبہ کیا۔ کہ قریش میں سے تین مسلمان مقابلہ کے لئے بھیجے جاویں۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ طلحہؓ زبیرؓ اور بیسیوں قریشی مسلمان موجود تھے۔ مگر آپ نے فرمایا۔

قُمْ یا علی۔ قُمْ یا حمزۃ۔ قُمْ یا اَبا عُبَیْدَہ۔

یعنی آپ نے اپنے تین قریبی رشتہ داروں کو لڑنے مرنے کے لئے خونخوار درندوں میں بھیج دیا۔

سبحان اللہ وبحمدہ
سبحان اللہ العظیم۔

— (باقی) —

تحریک جدید کا مالی مطالبہ

از جناب شیخ عبدالحمید صاحب عاجز بی۔اے واقف زندگی وکیل المال تحریک جدید قادیان

اسلام کا دورِ اوّل

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے جس رنگ میں خدمتِ اسلام کے لئے اپنے آپ کو پیش کرکے اخلاص و ایثار اور فدائیت کا ثبوت دیا اُس کا اعتراف آج اسلام کے بدترین دشمن بھی کرنے پر مجبور ہیں۔ اُس وقت غرباء کی امداد، غلاموں کو آزاد کرنے، سامانِ حرب اور دیگر قومی ضروریات کے لئے جب کبھی اور جس قدر بھی مالی ضرورت پیش آئی۔ آنحضرت صلعم کے ادنےٰ اشارہ پر حضور کے صحابہ نے بلا توقف اور بلا شرط اُسے پورا کرنے میں ایک روحانی لذت محسوس کی۔ مالی اور جانی قربانیاں کرتے وقت انہیں اس بات کا فکر کبھی دامنگیر نہ ہوتا کہ آئندہ کل ہی انہیں کیا مصیبت درپیش ہوگی۔ اور وہ اِس خیال سے بے نیاز ہوتے کہ خدا کی راہ میں سب کچھ قربان کرنے سے اُن کے خاندان اور اہل و عیال کو کس قدر تنگی اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالبہ مال پر اگر حضرت عمر رضا اپنی نصف جائداد حضور کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے لا رہے ہیں تو حضرت صدیق اکبر رضا اپنا کل اثاثہ بیت خدا تعالےٰ کے راستہ میں قربان کرنے کے لئے پیش کر رہے ہیں۔ اسی طرح حضرت عثمان و دیگر صحابہ کرام رضا کی بے لوث مالی قربانیاں ظاہر کر رہی ہیں کہ انہوں نے خدا تعالےٰ کے نام کی سربلندی اور اسلام کی سرفرازی کے لئے خدمت دین کو اپنی تمام دنیاوی ضروریات پر مقدم رکھتے ہوئے قربانی کا حق ادا کر دیا۔ اور تاریخ اسلام شاہد ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کی غیر معمولی قربانیوں کو اپنے فضل سے نوازا اور مختصر عرصہ میں اسلام کو وہ کامیابی اور ترقی نصیب ہوئی جس کی مثال صفحۂ ہستی میں ناپید ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور نظام وصیت

اسلام کی عالمگیر وسعت، ترقی اور دورِ عروج کے بعد جب مسلمانوں میں عملی کمزوری کے آثار پیدا ہوئے اور انہوں نے قومی ضروریات کے لئے ایثار و قربانی کی عظیم روایات کو فراموش کرنا شروع کیا تو اُن کی تربیت و اصلاح کے لئے اللہ تعالےٰ ہر صدی کے سر پر اپنے نیک بندوں میں سے کسی کو مجدد بنا کر مبعوث فرماتا رہا۔ یہاں تک کہ تیرہ سو سال بعد جبکہ مادیت اور لامذہبیت کے جراثیم کثرت سے ہر طرف پھیل گئے اور خود مسلمان کہلانے والے اسلام کی حقیقی روح سے غافل ہو گئے تو اللہ تعالےٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق احیائے اسلام کے لئے قادیان کی مقدس سرزمین میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے ایک دفعہ پھر خدا تعالےٰ کے زندہ وجود کو دنیا کے سامنے پیش کیا اور اسلام کی کھوئی ہوئی عظمت کو از سرِ نو پیدا کرنے کے لئے بظاہر مخالف اور ناسازگار حالات میں قربانی کرنے والے مخلصین کی ایک جماعت پیدا کی اور انہیں صحابہ کرام رضا کی سی قربانیاں کرنے کی دعوت دی۔ حضور فرماتے ہیں کہ:۔

"تم دو چیزوں سے محبت نہیں کر سکتے اور تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی .... خوش قسمت ہے وہ انسان کہ جو خدا سے محبت کرے اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کرکے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی۔ کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ جو خدا تعالےٰ کے لئے بعض حصہ مال کو چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا جو شخص مال سے محبت کرکے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجا لانی چاہیئے تو وہ ضرور اُس مال کو کھوئے گا"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام اور احمدیت کی ترقی اور ایک نئے روحانی نظام کی تعمیر کے لئے خدائی الہام کے ماتحت ۱۹۰۵ء میں وصیت کے نظام کا اجراء فرمایا اور جماعت کے ہر مخلص احمدی کو اس میں شامل ہونے کی پُر زور تحریک کی تا جماعت کی روز افزوں دینی ضروریات کے ساتھ ساتھ جماعت کا قومی فنڈ بھی مضبوط ہوتا چلا جائے۔ اور اس سے نہ صرف تبلیغ اسلام کے کام کو دنیا کے کناروں تک پھیلایا جائے بلکہ یہ نظام دنیا کے آئندہ تمدن کے لئے سنگ بنیاد کا کام دے۔ اس کی ترقی اور کامیابی کے متعلق اللہ تعالےٰ کے اپنے مسیح پاک کے ساتھ یقینی وعدے ہیں جو ایک دن ضرور پورے ہو کر رہیں گے (انشاء اللہ تعالےٰ)

تحریک جدید

نظام وصیت میں شامل ہونے کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے موجودہ مالی جہاد کے دور میں ایمان کی کم از کم علامت قرار فرمایا ہے اس نظام کی اہمیت اس جہت سے بآسانی سمجھ میں آ سکتی ہے کہ اگر تمام دنیا اِسے اپنا لے اور احمدیت کے جھنڈے تلے ہر شخص اپنی آمدن اور جائداد کا ۱/۱۰ حصہ تک اس فنڈ میں ادا کرتا چلا جائے۔ تو خدا تعالےٰ کے فضل سے جمع شدہ مال تمام دنیا کی اقتصادی پریشانیوں کا حل کر سکتا ہے۔

مگر چونکہ تمام دنیا کو اس نظام سے منسلک کرکے اس کی تکمیل کے لئے غیر معمولی جدوجہد اور ایک لمبے وقت کی ضرورت ہے اور یہ کام دنیا کے تمام ممالک میں تبلیغ اسلام سے ہی سر انجام دیا جا سکتا ہے۔ اس لئے نظام وصیت کو قریب تر لانے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے نومبر ۱۹۳۴ء میں خاص الٰہی تصرف کے ماتحت تحریک جدید کا اجراء فرمایا تا اس کے ذریعے مالی ضروریات کو پورا کیا جا سکے تجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم کے ارشاد خداوندی کے مطابق حضور نے تحریک جدید کے مطالبات میں مالی و جانی ہر دو قربانیوں کو ضروری قرار دیا۔ اور بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کے کام کو کلیۃً اس تحریک کے ماتحت فرمایا۔ حضور نے ایک طرف تو تبلیغ کا عملی کام تحریک جدید کی سکیم کے ماتحت واقفین زندگی مخلصین کے سپرد فرمایا اور دوسری طرف ان ممالک میں جملہ تبلیغی مصارف کا بوجھ تحریک جدید کے چندہ پر ڈال دیا اور سالہا سال سے ہر دو کاموں کو حضور اپنی خاص نگرانی میں پایۂ تکمیل تک پہنچا رہے ہیں اور آج ہم اس کی چھبیسویں منزل میں سے گذر رہے ہیں اور اس تحریک کے ماتحت اب تک تبلیغ اسلام کا جو عظیم الشان کام سر انجام پایا اگر اس پر غور کیا جائے تو صرف یہی ایک کارنامہ احمدیت کی سچائی اور حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ کی غیر معمولی شخصیت کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

۱۹۳۴ء میں جب جماعت کے مالی وسائل تبلیغی ضرورت کے مقابل پر بہت کم تھے اور جماعت کی مخالفت انتہائی زوروں پر تھی۔ قادیان میں احرار کانفرنس کے نام سے کیا احراری اور کیا انگریزی حکومت کیا اخبار نویس اور حکومت کے بعض عناصر سب نے مل کر جماعت کے خلاف فتنہ برپا کیا۔ اور احمدیت کو نیست و نابود کرنے کا منصوبہ بنایا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے جماعت کی حفاظت فرمائی۔ اور تمام مخالفین کو اُن کے بد ارادوں میں ناکام و نامراد کیا۔ اس غیر معمولی مخالفت کے ایام میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اللہ تعالےٰ سے خبر پاکر جماعت سے بعض قربانیوں کے وہ اہم مطالبات پیش فرمائے جنکو تحریک جدید کے مطالبات کہا جاتا ہے۔ ان مطالبات میں حضور نے جماعت کے لئے ایسے زریں اصول مقرر فرمائے جن پر عمل پیرا ہو کر غریب سے غریب دوست بھی اپنے ذاتی اخراجات میں کفایت کرکے اور اپنی زندگی کو سادہ بنا کر دینی ضروریات کے لئے کچھ نہ کچھ بچا سکتا ہے۔ مثلاً ایک سادہ کھانا۔ سادہ لباس۔ زیورات میں کمی۔ گوٹہ کناری سے ممانعت۔ سینما نہ دیکھنا۔ اپنے ہاتھ سے کام کی عادت ڈالنا۔ بیکاری سے بچنا۔ چھوٹے سے چھوٹا کام کر لینا۔ رخصت کے ایام تبلیغ کے لئے وقف کرنا۔ زندگی وقف کرنے کا مطالبہ اور سلسلہ کی ترقیات کے لئے دعاؤں کی تحریک۔ غرض کہ یہ تمام ہدایات ایسی مفید اور اہم ہیں کہ ان پر عمل پیرا ہو کر ہر ایک احمدی غیر معمولی مالی قربانی میں حصہ لے سکتا ہے۔

تحریک جدید کی بتدریج ترقی اور اس کے نتائج

چنانچہ حضور کا پہلے سال کا مطالبہ مال صرف ستائیس ہزار روپیہ کا تھا۔ لیکن اس کے مقابل پر ایک لاکھ تین ہزار روپیہ کی رقم وصول ہوئی۔ دوسرے اور تیسرے سال میں یہ آمد ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ تک جا پہنچی۔ حضور نے اس تحریک کو دس سال تک پھیلا دیا۔ اور ہر سال جماعت کا قدم

آگے بڑھتا گیا۔ سال چہارم کا آغاز فرماتے ہوئے حضور نے فرمایا ۔ ۔ ۔ ۔

"میں اللہ تعالیٰ پر اس تحریک کی تکمیل کو چھوڑتا ہوں کہ یہ کام اُسی کا ہے اور میں صرف اس کا ایک حقیر خادم ہوں لفظ میرے ہیں مگر حکم اُسی کا ہے یہ مت خیال کرو کہ تحریک جدید میری طرف سے ہے بلکہ اس کا ایک ایک لفظ میں قرآن کریم سے ثابت کر سکتا ہوں اور ایک ایک حکم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں دکھا سکتا ہوں مگر سوچنے والے دماغ اور ایمان لانے والے دل کی ضرورت ہے یہ مت خیال کرو کہ جو کچھ میں کہتا ہوں وہ میری طرف سے ہے بلکہ یہ اُسی نے کہا ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ چھوڑے گا نہیں جب تک کہ تم سے اس کی پابندی نہ کرا لے یہ پہلا قدم ہے یہ سب باتیں قرآن مجید میں موجود ہیں اور جب تم پہلی بار ان پر عمل کر لو گے تو پھر اور بتائی جائیں گی لیکن جب تک ان پر عمل نہ کرو گے کس طرح بتائی جا سکتی ہیں۔ آخر میں نصیحت کرتا ہوں کہ سستیوں کو چھوڑ دو۔ غفلتوں کو دور کرو۔ اپنے اندر بیداری پیدا کرو۔"

تحریک جدید کا ہر مالی سال ختم ہونے پر حضور جماعت کو مخاطب فرماتے ہوئے نومبر کے آخری ہفتہ میں ہر نئے سال کا آغاز فرماتے رہے اور جماعت کو تحریک جدید کے کامیاب نتائج کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اپنا قدم آگے بڑھانے کی نصیحت فرماتے رہے اور مخلصین جماعت ہمت و بشاشت کے ساتھ اپنے پیارے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ایثار و قربانی کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے رہے یہاں تک کہ دس سال کی میعاد ختم ہونے پر حضور نے مزید ۹ سال کے لئے جماعت کو یہ مالی جہاد جاری رکھنے کی تلقین فرمائی پہلے دس سالوں میں شامل ہو کر قربانی جاری رکھنے والے مجاہدین دور اول دفتر اول میں شمار کئے گئے۔ اور دس سال کے بعد شامل ہونے والے دفتر دوم کے مجاہدین کہلائے تحریک جدید کے چندوں کی آمد بفضلہ تعالیٰ ہر سال بڑھتی ہی چلی گئی چنانچہ پہلے سال کا بجٹ [illegible] ہزار تھا جو بڑھتے بڑھتے [illegible] لاکھ تک جا پہنچا اور یہ تحریک جدید کے [illegible] مطالبات کے مقابل پر [illegible] گیا ہے۔

انیس سالہ دور کے ختم ہو جانے پر حضور نے اس بابرکت تحریک کو مستقل طور پر جاری رکھنے کا اعلان فرمایا۔ اور آج ہم اس تحریک کے چھبیسویں (۲۶) سال میں سے گزر رہے ہیں جبکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے تبلیغ اسلام دنیا کے کناروں تک پہنچ چکی ہے۔ اور مغربی ممالک کے بڑے بڑے منکرین احمدیت کی نتیجہ خیز مساعی کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں اور اسلام کے متعلق عیسائی مشنریوں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیاں دور کرکے ایک ایسی سازگار فضا تیار کی جا رہی ہے جو تمام دنیا پر احمدیت اور اسلام کے روحانی غلبہ اور فتح کے دن کو قریب لانے کا موجب ہوگی (انشاء اللہ تعالیٰ)

آج انگلستان۔ یورپ۔ امریکہ۔ افریقہ۔ مشرق وسطیٰ اور ایشیا کے اکثر ممالک میں جماعت احمدیہ کے تبلیغی مراکز قائم ہو چکے ہیں۔ ہند و پاکستان میں کام کرنے والے بیسیوں مبلغین کے علاوہ اس وقت صرف تحریک جدید کے ماتحت بیرونی ممالک میں تبلیغی فرائض سرانجام دینے والے مبلغین کی تعداد ایک سو سے زائد ہے جن کے سپرد ۲۵۰ کے قریب مراکز ہیں اس کے علاوہ حضور کی توجہ سے اب تک متعدد ممالک میں تین سو کے قریب مساجد کی تعمیر کرائی جا چکی ہے اور حضور عزم رکھتے ہیں کہ دنیا کے تمام ممالک میں اسلام کے نام کی بلندی کے لئے مساجد کی تعمیر کرائی جائیں۔ حضور یہ بھی اعلان فرما چکے ہیں کہ دنیا کی تمام زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کو شائع کروایا جائے تا اکناف عالم میں بسنے والی مخلوق تک خدا کا آخری پیغام پہنچ سکے اور روحانیت کی پیاسی دنیا کے لئے آب حیات میسر ہو اور وہ اپنی تشنگی کو بجھا کر تسکین حاصل کر سکیں۔ چنانچہ اب تک تیرہ مختلف زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ ہو چکا ہے اور یہ کام خدا تعالیٰ کے فضل سے جاری ہے۔ اور وہ دن دور نہیں کہ جب دنیا کی تمام اہم زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کا کام جماعت احمدیہ کے ذریعہ سے پایہ تکمیل کو پہنچ کر اس نئے روحانی نظام کی تعمیر کا موجب ہوگا جس کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۹۰۵ء میں نظام وصیت کے ذریعہ ڈالی تھی اور تحریک جدید کا نظام جس کے لئے بطور ارہاص اور پیش رو کے ہے۔ اس کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔

"ہر وہ شخص جو تحریک جدید میں حصہ لیتا ہے وصیت کے نظام کو وسیع کرنے میں مدد دیتا ہے اور ہر شخص جو نظام وصیت کو مدد دیتا ہے وہ نظام نو کی تعمیر میں مدد دیتا ہے ۔ ۔ ۔ جب وصیت کا نظام مکمل ہوگا تو صرف تبلیغ ہی اس سے نہ ہوگی بلکہ اسلام کے منشاء کے ماتحت ہر فرد بشر کی ضرورت کو اس سے پورا کیا جائے گا اور دکھ و تنگی کو دنیا سے مٹا دیا جائے گا۔"

ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو وعدے تحریک جدید اور نظام وصیت کے ساتھ وابستہ ہیں وہ ضرور پورے ہوں گے اور دنیا کی کوئی طاقت نہیں جو خدائی کاموں کے پورا ہونے میں روک بن سکے لیکن خدائی تقدیر کے ماتحت درمیانی آزمائشوں اور وقتی امتحانات کا آنا بھی ضروری ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ کون اپنے وعدۂ بیعت میں صادق اور ثابت قدم ہے۔ جب امتحان خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو اور کچھ انعام دینے کے لئے آئے تو ہمارے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم غیر معمولی ایثار اور قربانی کا عملی ثبوت دیتے ہوئے خدا تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل کو قریب سے قریب تر لانے والے ہوں۔

مزید قربانی اور جد و جہد کی ضرورت

جماعت احمدیہ نے مجموعی طور پر مالی قربانی کا ایک نہایت اعلیٰ اور عمدہ نمونہ پیش کیا ہے۔ اور تحریک جدید کے مالی جہاد کے دور اول میں متواتر حصہ لینے والے مخلصین کی قربانی بطور مستقل یادگار کے محفوظ ہو چکی ہے اور آئندہ آنے والی نسلیں ان کے نام عزت و احترام کے ساتھ یاد رکھیں گی۔ لیکن ابھی تک بعض انفرادی مثالیں سستی اور غفلت کی بھی پائی جاتی ہیں۔ ضرورت ہے کہ ایسے افراد جنہوں نے ابھی تک اپنے اس اہم مالی فرض کی طرف کما حقہٗ توجہ نہ کی ہو وہ سلسلہ کی ضرورت اور وقت کی نزاکت کو محسوس کریں اور اپنا قدم آگے بڑھا کر خدا تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والے بنیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ اقتصادی بحران کے دور میں احباب جماعت کو ذاتی اور خاندانی مالی مشکلات بھی درپیش ہیں لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ جو قربانی تکلیف اٹھا کر کی جاتی ہے خدا تعالیٰ کی نظر میں زیادہ مقبول ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کبھی اپنے ذمہ کسی کا قرض نہیں رکھتا۔ رزق خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے ہماری جو مشکلات کا اصل حل یہ ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں غریبانہ زندگی اختیار کریں اور اپنے اوپر تلخی وارد کریں۔ تا اللہ تعالیٰ ہماری مشکلات کو آسان کرنے کی خود ذمہ داری لے لے۔

اس مادی کشمکش کے دور میں آج دنیا ایک ذہنی اضطراب اور بے چینی میں مبتلا ہے اور احمدیت کا امتیازی نشان یہ ہے کہ ہمارا خدا ایک زندہ خدا ہے ہم نے زندہ خدا کے وجود کو دنیا کے سامنے پیش کرکے تمام دنیا کے انتشار اور بے چینی کو دور کرنا ہے اور روحانی طور پر مردہ دنیا میں زندگی کی روح پھونکنی ہے اور یہ تب ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ جبکہ ہم میں سے ہر ایک اپنی ذمہ داری کو صحیح رنگ میں محسوس کرکے اور اپنی حیثیت کو پہچان کر قربانی میں اپنا قدم آگے بڑھاتا چلا جائے۔ تحریک جدید کے وعدوں کی ادائیگی کے متعلق حضور ارشاد فرماتے ہیں :-

"تحریک جدید میں حصہ لینے والا جب وعدہ کرتا ہے تو اس کے اندر یہ احساس پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ دنیا کو فتح کرنے کے لئے کچھ کرنے لگا ہے۔ جب اسے یاد دہانی کرائی جاتی ہے تو اس کے اندر پھر یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ دنیا کے فتح کرنے اور اسلام کو دیگر ادیان پر غالب کرنے کے لئے میری جدوجہد کی ضرورت ہے اور میں اس کے لئے وعدہ کر چکا ہوں۔ لیکن ابھی تک میں نے اس وعدہ کو پورا نہیں کیا پھر جب وہ وعدہ کرتا ہے تو اس کا دل اس طرف متوجہ ہوتا ہے کہ ساری دنیا کو اسلام میں داخل کرنے کے لئے جو جدوجہد جاری ہے اس میں میں شریک ہوں۔ ۔ ۔ ۔ ہمارے اعداء تیز زیادہ سے زیادہ بڑھتے چلے جاتے ہیں اسلام زیادہ سے زیادہ خطرہ میں سے گزر رہا ہے۔ اب بھی اگر تم بیدار نہ ہوئے تو کب بیدار ہو گے میں ہر فرد جماعت کو تحریک کرتا ہوں

(باقی ص پر)

اپنے ہاتھ سے کام کرنا

از مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب مولوی فاضل قادیان

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تحریک جدید کے دور اول کے لئے جو انیس مطالبات جماعت سے کئے تھے ان میں سے سولہواں مطالبہ ہے اپنے ہاتھ سے کام کرنا۔ جس میں کئی حکمتیں اور قومی ترقی کے راز مضمر ہیں۔ انگریزی زبان کا یہ مقولہ کتنا عمدہ ہے کہ

"God Helps Those who help Themselves"

یعنی جو لوگ اپنی مدد آپ کرنے کے عادی ہیں۔ خدا تعالیٰ بھی اُن کی نصرت فرماتا ہے اس نظریئے کے تحت جب ہم سورۃ فاتحہ پر غور کرتے ہیں تو سب سے پہلے ہمارا استقبال یہ آیتیں کرتی ہیں کہ الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم۔ یعنی ہر قسم کی تعریفات کی جامع اللہ کی ذات ہے جس نے تمام جانوروں کو درجہ بدرجہ ترقی دے کر پروان چڑھایا ہے۔ اور اس نے ایک طرف بلا مبادلہ اور بغیر کسی استحقاق کے ایسے ذرائع مہیا فرمائے ہیں۔ جو انسان کی ترقی کی ممد ہو سکیں۔ اور دوسری طرف وہ سچی محنت کرنے والے کو اس کا پورا پورا اجر دیتا ہے۔

گویا اس سورۃ میں یہ سبق دیا گیا ہے۔ کہ بے شک خدا تعالیٰ نے انسان کی سہولت کے لئے بغیر مطالبہ کے بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں۔ لیکن ساتھ ہی انسان کو چاہیئے۔ کہ وہ "حرکت میں برکت" کے اصول کے مطابق اپنے مخفی جوہروں کو بروئے کار لائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ

فاذا قضیت الصلوٰۃ
فانتشروا فی الارض و
ابتغوا من فضل اللہ
(جمعہ آیت ۱۰)

یعنی جب نماز پڑھ چکو اور عبادت باری تعالیٰ سے فراغت ہو جائے تو زمین میں منتشر ہو کر اپنی روزی کے سامان بہم پہنچاؤ

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ جس قوم نے اپنے ہاتھ سے کام کرنے کے اصول کو اپنایا اس نے زندگی کے ہر موڑ پر اپنا وقار قائم رکھا۔ پچھلی جنگ میں جاپان پر سخت تباہی آئی۔ لیکن اس قوم نے دوبارہ ثابت ہی قلیل عرصہ میں اس تباہی کی تلافی کر لی۔ یہ کس لئے ؟ محض اس وجہ سے کہ اس کو محنت کی عادت تھی۔ ان میں سے ہر ایک کے اندر یہ روح پائی جاتی تھی کہ کام ہم نے ہی کرنا ہے۔ یہی وہ روح ہے جس نے کئی خاکنشینوں کو بام عروج تک پہنچایا اور اس کی بدولت کئی افلاس و نکبت کے مارے سرمایہ دار بن گئے۔ اور اسی جذبے نے کئی انسانوں کو ایک نئی روشنی عطا کی ہے

اپنے ہاتھ سے کام نہ کرنا کوئی معمولی بات نہیں بلکہ اس کے نتیجے میں ہمہ اقسام کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اپنے گرد و پیش کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو کئی اچھے اچھے خاندان ایسے نظر آئیں گے جو آخر کار اسی بناء پر تباہی کے گڑھے میں پہونچ گئے۔ کہ ان میں جفاکشی کا فقدان تھا۔ عیش پسندی اور فیشن پرستی ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ اور وقت آنے پر وہ کسی کام کے نہ رہے تھے۔

اسی طرح غربا ہمیشہ غربت کی حالت میں رہتے ہیں اور ان کو اپنی حالت میں تبدیلی کا موقعہ ہی میسر نہیں آتا۔ تساہل و غفلت ان پر طاری ہو جاتی ہے۔ اور اس کے نتیجے میں دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی بُری عادت پڑ جاتی ہے جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

ان المسألۃ کدٌ یکدُّ بہا
الرجل وجہہ الا ان
یسأل الرجل سلطانا
او فی امر لابد منہ (ترمذی)

کہ سوال کرنا یا کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا ایک ایسی خراش ہے جس سے انسان اپنے چہرے کو مخدوش بنا لیتا ہے۔ سوائے اس کے کہ کوئی شخص بادشاہ یا کسی اور کام میں اپنے جائز حقوق کا مطالبہ کرے۔

اس فرمان نبوی میں اسی امر کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ مانگنے کی عادت انسانی وقار کو گرا دیتی ہے۔ اور قوم میں کام چوری اور سستی کی بنیاد رکھ دیتی ہے۔ اس رمز کو صحابہؓ نے خوب سمجھا تھا۔ چنانچہ ابو عبدالرحمٰن بن عوف بن مالکؓ سے مروی ہے کہ آٹھ یا نو آدمیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان شرائط پر بیعت لی۔ کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ پانچ نمازیں پڑھیں اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کریں۔ اور آخر میں سرگوشی کے انداز میں فرمایا۔ ولا تسألوا الناس شیئا کہ لوگوں کے آگے دست سوال دراز نہ کرو۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان لوگوں میں سے بعض کو دیکھا کہ اگر ان کا کوڑا نیچے گر گیا ہوتا تو اس کے اٹھانے تک کے لئے کسی سے نہ کہتے تھے۔ غور کیجئے سواری سے کوڑا گر جائے تو کسی سے یہ کہہ دینا کہ ذرا اُٹھا دو معمولی بات ہے۔ لیکن صحابہؓ نے اس کو بھی گوارا نہ کیا تا ایسا نہ ہو کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کی پرواہ نہ کرنے سے ہمیں آئندہ بڑے بڑے نتائج بھگتنے پڑیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں ایک لازوال قوت عمل، ہمت اور اولوالعزمی پیدا ہو گئی۔ اور صحرائے عرب کی خانہ بدوش قوم دنیا کی بادشاہ بن گئی۔

لیکن اس کے برعکس اس طبقے کو لیجئے جس کی گذر اوقات ہی مانگنے پر منحصر ہے۔ ان میں اچھے خاصے ہٹے کٹے نوجوان بھی نظر آئیں گے جو اگر محنت کریں تو روزانہ اپنے گزارے کے لئے وافر سامان مہیا کر سکتے ہیں۔ مگر وہ دربدر دھکے کھائیں گے۔ دھتکارے جائیں گے لعنت وملامت کے کڑوے گھونٹ حلق سے اتارتے رہینگے۔ مگر جس طرح ایک چکنے گھڑے پر سے پانی پھسل جاتا ہے۔ اسی طرح ان باتوں کا ان پر کچھ اثر نہ ہوگا۔ بے شرمی اور بے غیرتی ان کی جزو طبیعت بن جاتی ہے اور عوام الناس میں حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ اور یہ باتیں محض اسی سے پیدا ہو جاتی ہیں کہ وہ کام سے جی چراتے ہیں۔ اور بچپن سے ہی انہیں اس کی عادت نہیں ہوتی۔ وناچار اپنے بڑوں کی تقلید میں یہی ذلیل پیشہ اختیار کر لیتے ہیں جو ان میں احساس کمتری پیدا کر کے بزدلی کی جڑوں کو سینچتا ہے اور پھر وہ ملک و قوم کے لئے باعث ننگ و عار بن جاتے ہیں۔ قوم کی اس کمزوری کو دور کرنے اور انہیں محنت و مشقت کا عادی اور ایک فعال جماعت بنانے کی غرض سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

لأن یحتطب احدکم
حزمۃ علی ظہرہ خیر
لہ من ان یسأل احدا
فیعطیہ او یمنعہ

کہ ایک شخص کا ایندھن کے گٹھے کو اپنی پیٹھ پر لادنا اور اس طرح اپنی روزی پیدا کرنا اس چیز سے بہتر ہے کہ کسی سے بھیک مانگے۔ اور وہ شخص چاہے تو کچھ دے اور چاہے تو دھتکار دے۔

—— * ——

غداری کے مہلک اثرات سے انکار کی گنجائش نہیں۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ غداری کی بناء پر ہی کئی کئی ملک اور حکومتیں تباہ ہوئیں۔ انسان اور انسانیت کا خون پانی کی طرح بہایا گیا۔ کئی قومیں صفحہ ہستی سے مٹ گئیں اور امن و امان کا گلا گھونٹا گیا۔ شاید آپ یہ سُنکر تعجب کریں گے کہ غداری، فریب اور خیانت کی بنیادی جڑ اپنے ہاتھ سے کام نہ کرنا ہی ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ جب انسان Self Help is the best help کے مطابق اپنی زندگیاں شروع کر لیتا ہے جد وجہد اور جانکاہی سے روزی کمانا اپنا اصول مقرر کر لیتا ہے تو اس میں حلال کھانے کی عادت راسخ ہو جاتی ہے۔ اور جب کسی میں حلال اور طیب کھانے کی عادت پیدا ہو جائے تو اس کی طبیعت قدرتاً اعمال صالحہ اور نیکی کی راہوں پر گامزن ہوگی۔ اور وہ بُرے راستوں سے ہمیشہ اپنا دامن بچائے گا۔ اسلئے اگر ایسے شخص کو لاکھ روپیہ بھی دیا جائے تو وہ اپنی قوم سے غداری نہیں کرے گا۔ لیکن جس شخص میں مفت کھانے کی عادت پڑ جائے تو وہ بھی ناجائز طریقے کو استعمال کرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔ اور جب اس میں حرام خوری کی رغبت سرایت کر جائے تو قوم کو دھوکا دینا اور اس سے غداری کرنا اس سے کوئی بعید از قیاس بات نہیں۔ اور قرآن کریم کے اس حکم میں کہ فکلوا مما رزقکم اللہ حلالاً طیباً یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو جو کچھ عطا کیا ہے اس میں سے حلال اور پاکیزہ اشیاء کھاؤ۔ یہی نکتہ مضمر ہے جس کی یاد دہانی جابجا کی گئی ہے

—— * —— * ——

ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھ رہنے سے مذکورہ خرابیوں کے علاوہ بیکاری بھی جنم لیتی ہے۔ لوگ ملک و قوم پر ایک بوجھ بن جاتے ہیں اور ایک طرف اقتصادی حالت دم توڑنے لگتی ہے۔ تو دوسری طرف آوارگی اور بد اخلاقی انہیں اپنے دام میں سمیٹتی چلی جاتی ہے۔ چنانچہ اسی لئے کہا گیا ہے: رأس البطالۃ دکان الشیطان۔ یعنی بے کار آدمی کا سر شیطان کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ کیونکہ جب دماغ کسی کام کی طرف مائل نہ ہو تو مختلف پراگندہ خیالات پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ غیبت اور بدخوئی جیسی بد [illegible] اپنے شکنجے میں جکڑ لیتی ہیں۔ جو اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے مترادف ہے۔ اور رفتہ رفتہ اتہام بازی تک بھی نوبت جا پہنچتی ہے۔ جو قوم کے افراد میں منافرت پیدا کر کے ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیتی ہے۔ لیکن جو شخص دن بھر کام کرتا رہے اور صحیح رنگ میں اپنے کام کو نبھائے تو اس کو اتنا وقت ہی نہیں ملتا

کہ وہ دوسروں کے عیب تلاش کرتا رہے۔ یا غیبت کرے یا فحش باتوں میں ملوث ہو کر آوارگی اختیار کرے۔ جس کے نتیجہ میں جماعت اور قوم کا بوجھ بھی کم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ فرماتے ہیں:۔

"اور اگر کام کرنے کی روح جماعت میں پیدا کر دیں۔ تو جماعت کا ۱۵ فی صدی بوجھ اتر سکتا ہے۔ اور جب اس روح کے نتیجہ میں وہ دنیا میں مفید کام کرنے لگ جائیں تو میں سمجھتا ہوں ۲۵ فیصدی بوجھ اُتر سکتا ہے"

(خطبہ جمعہ الفضل ۱۳ر جنوری سنہ ۱۹۳۷ء)

بے کاری دراصل کام کو عار اور ذلت سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ چیز خاص طور پر تعلیم یافتہ نوجوانوں میں زیادہ پائی جاتی ہے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد وہ ہمیشہ اسی تلاش میں رہتے ہیں کہ کوئی بڑا عہدہ مل جائے۔ برسر روزگار ہونے تک وہ چھوٹا موٹا کام کرنا کسر شان سمجھتے ہیں۔ میرا مقصد اس بیان سے یہ نہیں کہ اچھے اور بڑے عہدوں کی جستجو نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ جب تک اس میں کامیابی نہ ہو وہ بے کار نہ رہیں۔ کام کرنے والے باہمت شخص کے لئے کئی ذرائع پیدا ہو سکتے ہیں۔ مثلاً پھیری کے ذریعہ آمدنی پیدا کی جا سکتی ہے۔ نوکری اختیار کر کے مزدوری کی جا سکتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر جھاڑو دے کر بھی اپنے گزارے کا سامان مہیا کیا جائے تو یہ بیکار رہنے سے ہزار درجے بہتر ہے۔ جو لوگ ایسے کاموں کو ذلت سمجھتے ہیں انہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کو مدنظر رکھنا چاہیئے کہ ان العزة للہ جمیعاً

انبیاء علیہم السلام کی سوانح پر نظر ڈالیئے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے کسی بھی ادنیٰ سے ادنیٰ کام کو ذلیل نہیں سمجھا کیا ان کی عزت کے مقابلے میں ہماری کوئی وقعت ہے؟ قوم میں نکما اور بے کار بیٹھے رہنے کی روح کو مٹانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

"ما اکل احد طعاما قط خیرا من أن یاکل من عمل یدیہ وان نبی اللہ داؤد صلی اللہ علیہ وسلم کان یاکل من عمل یدہ"

(بخاری)

یعنی اپنے ہاتھوں سے کام کر کے کھانے سے بہتر اور کوئی کھانا نہیں ہے۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کام کر کے ہی کھایا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ فرماتے ہیں۔

"کان زکریا علیہ السلام نجارا" (مسلم)

یعنی حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے۔

دور کیوں جائیں۔ سردار دو جہاں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ کی نسبت لکھا ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ آپؓ نے جواب دیا

کان یکون فی مھنة اھلہ تعنی فی خدمة اھلہ"

(بخاری)

یعنی آپ اپنے اہل کی محنت کیا کرتے تھے یعنی خدمت کیا کرتے تھے۔

اور یہ جذبہ آپ کا صرف گھر کی چار دیواری تک محدود نہیں تھا۔ بلکہ آپ صحابہؓ کے دوش بدوش ہر ایک چھوٹے سے چھوٹا کام کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کی ہجرت سے متعلق ایک لمبی حدیث میں آتا ہے کہ

"وطفق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینقل معھم اللبن فی بنیانہ" (بخاری)

جب مسجد نبوی کی تعمیر ہونے لگی تو آنحضرت صلعم خود بھی صحابہؓ کے ساتھ اینٹیں ڈھوتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ کام میں بھی عار نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس میں فخر محسوس کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ

قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاحزاب ینقل التراب وقد واری التراب بیاض بطنہ (بخاری)

فرمایا کہ میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جنگ احزاب میں اس حالت میں دیکھا کہ آپ مٹی ڈھو رہے تھے۔ اور آپ کے گورے گورے پیٹ پر مٹی پڑی ہوئی تھی۔ اس حدیث سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک دفعہ نہیں بلکہ ہمیشہ صحابہؓ کے ساتھ شریک ہو کر کام کرتے تھے۔ کیونکہ مسجد کے انہیں ڈھونے کا واقعہ مدنی زندگی کے آغاز کا ہے۔ جس کے پانچ سال بعد احزاب کا واقعہ پیش آیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی عادت تھی کہ کبھی کوئی کام آپ کسی دوسرے کے سپرد نہ کرتے بلکہ خود بھی اس میں حصہ لیتے تاکہ آپ بھی ثواب حاصل کریں اور دوسروں میں شوق اور رغبت پیدا کریں کہ جب ہمارا آقا ہی اس کام کو کر رہا ہے تو ہمیں اس کے کرنے میں کیا عار ہو سکتی ہے اور امیر سے امیر انسان بھی آپؐ کی معیت میں مٹی ڈھونا ایک مشن سمجھت نعمت سمجھتا تھا اور بجائے ذلت کے عزت خیال کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ صحابہؓ کو خطرناک سے خطرناک کام کرنے پر آمادہ کر دیتے تھے۔ اور دنیا کی نظروں میں حقیر نظر آنے والے کاموں میں بھی شریک ہو کر ان کے دلوں سے جھوٹی عزت اور تکبر کے خیالات کو نکال دیتے تھے۔ اور چونکہ ساری عمر آپؐ اسی نمونہ پر قائم رہے اس لئے صحابہؓ میں بھی کام کرنے اور محنت و مشقت اٹھانے کی عادت پڑ گئی۔ اور آپؐ کی وفات کے بعد بھی ان کا طریق عمل یہی رہا۔ چنانچہ جب صحابہؓ کو اپنے سے کئی گناہ سپاہ کا مقابلہ پیش آیا۔ اور اس وقت کی کل متمدن اقوام سے جنگ چھڑی تو ان کے قدموں نے وہ ثبات دکھلایا اور ان کے ہاتھوں نے وہ کارنامے دکھلائے اور ان کے دلوں نے ایسی بے خوفی اور بے ہراسی کا اظہار کیا کہ دنیا دنگ رہ گئی اور وہ ایک زندہ جاوید قوم بن گئی۔

اپنے ہاتھ سے کام کرنا اخوت و مساوات اور اتحاد کی روح کو ترقی دینے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ جب چھوٹے بڑے امیر اور غریب سب آقا و غلام اور افسر و ماتحت کے امتیازات کو بالائے طاق رکھ کر کسی کام کو سرانجام دیں۔ اگر آقا مٹی کھود رہا ہے تو غلام ٹوکری اٹھا رہا ہے یا غلام مٹی کھود رہا ہو اور آقا ٹوکری اٹھائے لئے جاتا ہو۔ تو جہاں کام کرنے کی عادت پیدا ہو گی وہاں سوسائٹی کے مختلف طبقات میں کسی قسم کی ناگوار خلیج حائل نہیں ہونے پاتی۔ اور اسلام کی سچی مساوات قائم ہو جائے گی۔ اسی بات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے آج دنیا کمیونزم سے دوچار ہے اور کمیونزم نے ان کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر اپنا خوفناک جال چاروں طرف نصب کر دیا ہے

جماعت کی عملی قوتوں کو بیدار کرنے کی غرض سے ہی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے وقار عمل کی داغ بیل ڈالی ہے۔ کہ ہر مہینے دو مہینے میں ایک دن تمام افراد جماعت مل کر بلا کسی امتیاز کے قومی اور شہری کاموں میں آنریری طور پر حصہ لیں۔ مثلاً سڑکوں کی مرمت، گڑھوں کا پُر کرنا۔ گلیوں اور گلیوں کی صفائی، موریوں کی صفائی وغیرہ۔ تاکہ لوگوں میں کام کو ذلت اور ہتک سمجھنے کا میلان دور ہو جائے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"کام کرنے کی عادت ڈالنا بھی نہایت اہم چیز ہے اور اسے جماعت کے اندر پیدا کرنا نہایت ضروری ہے تا جو لوگ سست ہیں وہ بھی چست ہو جائیں اور ایسا کوئی بھی نہ رہے جو کام کرنے کو عیب سمجھتا ہو جب تک ہم یہ احساس نہ مٹا دیں کہ بعض کام ذلیل ہیں اور ان کو کرنا ہتک ہے یا یہ کہ ہاتھ سے کما کر کھانا ذلت ہے اس وقت تک ہم دنیا سے غلامی کو نہیں مٹا سکتے لوہار، بڑھئی، دھوبی، نائی، غرضیکہ کسی کا کام ذلیل نہیں"۔

اسی طرح آپ کام کرنے کے افادی پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"چنانچہ اپنے اپنے طور پر ہاتھ سے کام کرنے کی نگرانی نہیں ہو سکتی اس لئے میں نے تحریک کی تھی کہ قومی طور پر یہ کام کیا جائے اور سڑکیں بنائیں اور نالیاں درست کی جائیں تا نگرانی ہو سکے اور دوسروں کو بھی تحریک ہو۔ اس کے سوا بھی اس میں کئی فائدے ہیں مثلاً جس قوم میں یہ عادت پیدا ہو جائے اس کی اقتصادی حالت اچھی ہو جائے گی اس سے سوال کی عادت دور ہو جائے گی اس کے افراد میں سستی نہیں پیدا ہو گی۔ پھر جب لوگوں کی اقتصادی حالت اچھی ہو گی وہ چندے بھی زیادہ دے سکیں گے۔ بچوں کو تعلیم دلا سکیں گے اور اس طرح ان کی اخلاقی حالت درست ہو گی تو اس کے اور بھی بہت سے فوائد ہیں۔ مگر سب سے اہم امر یہ ہے کہ مذہب کو تقویت ہوتی ہے اور دنیا سے غلامی مٹتی ہے۔ جب تک دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جن کو ہاتھ سے کام کرنے کی عادت نہیں وہ کوشش کریں گے کہ ایسے لوگ دنیا میں موجود رہیں جو ان کی خدمت کرتے رہیں اور دنیا ترقی نہ کرے"۔

(الفضل ۱۷ر مارچ سنہ ۱۹۳۶ء)

قادیان میں سیرت النبیؐ کا جلسہ

(بقیہ صفحہ اوّل)

لایا جا سکتا۔ آپ نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا۔ اسلام سے قبل عورت کو سوسائٹی میں چنداں حیثیت حاصل نہ تھی۔ بلکہ اسے جانوروں جیسا سمجھا جاتا تھا۔ آپ نے ہندو ازم۔ عیسائیت یہودیت اور بسیار [illegible] مذاہب میں عورتوں کے مقام کا تفصیل سے ذکر کیا۔ ہندو ازم میں منوجی کے بیان کردہ قوانین کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا کہ کس طرح ہندو سوسائٹی میں عورت کو ناقابل اعتماد قرار دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اسے وید پڑھنے سے بھی روکا گیا ہے۔ مختلف حوالہ جات سے آپ نے ثابت کیا کہ کس طرح ہندو سوسائٹی میں عورت کو مختلف قسم کے حقوق سے محروم رکھا گیا۔ اسی طرح عیسائیت میں جیسے ملے وزنجی کی تعلیم پر ناز ہے عورت کو کلام مقدس کو چھونے اور گرجا میں داخل ہونے کے ناقابل قرار دیا گیا۔ اسے خاوند کے ظلم و ستم کے باوجود طلاق حاصل کرنے کی اجازت نہیں۔ چنانچہ تاریخ یورپ کے صفحات صنفِ نازک پر عیسائیوں کے ظلم و ستم سے بھرے پڑے ہیں۔

اسی طرح روم اور یونان جو تہذیب و شائستگی کے ترجمان سمجھے جاتے تھے یونان کے علماء کے نزدیک عورت کو فتنہ و فساد کی جڑ قرار دیا گیا تھا۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے مقرر نے اسلام سے قبل عرب [illegible] کی حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے بیان کیا کہ اس زمانہ میں کس طرح لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے صنفِ نازک کی فریاد کو سنکر معلمِ اعظم رحمۃ للعالمین کو مبعوث فرمایا۔ جس نے اس کے اعلیٰ حقوق قائم کئے۔ اذا الموءدۃ سئلت بای ذنب قتلت کی آیت سنا کر بیٹی اور زندہ درگور کرنے کی [illegible] تعلیم فرما دیا۔ ماں کے قدموں کے نیچے [illegible] بیوالے کو جنت کا وارث قرار دیا۔ اپنے اہل سے بہترین سلوک کرنے والے کو سب سے بہتر قرار دیا۔ اسے دو حصہ کا حقدار بنایا۔ حتیٰ کہ حضرت بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وصیت میں بھی ان سے بہترین سلوک کرنے کی تلقین فرمائی۔ اس تقریر کے بعد عزیزم عنایت الٰہی صاحب نے آنحضرت صلعم کی شان میں حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ کی نعتیہ نظم جس کا عنوان "بدرگاہِ ذی شان خیر الانام" پڑھ کر سنائی۔

تبلیغ حق کی راہ میں آنحضرت صلعم کا ثبات

چوتھے نمبر پر مولوی کریم الدین صاحب مولوی فاضل نے "تبلیغ حق کی راہ میں آنحضرت صلعم کا ثبات" کے موضوع پر تقریر کی۔ آپ نے بتایا کہ شیطان ہمیشہ ہی انبیاء کے لائے ہوئے پیغام کی مخالفت کرتا آیا ہے۔ کیونکہ یہ پیغام خود اس کے لئے پیغام موت کے برابر ہوتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے جب توحید الٰہی کی طرف دعوت دینی شروع فرمائی۔ اور پہلے اپنے ملنے جلنے والوں اور پھر فاصدع بما تؤمر اور انذر عشیرتک الاقربین کے ماتحت علی الاعلان کوہِ صفا پر چڑھ کر ساری قوم کو توحید کی طرف بلایا تو تمام قبائل نے حضور کی کھلم کھلا مخالفت شروع کر دی۔ مگر حضور نے اس کی چنداں پرواہ نہ کی۔ کفار کی آتشِ غضب اور بھی بھڑک اٹھی۔ اور وہ حضور اور حضور پر ایمان لانے والوں کے دشمنِ آزار ہو گئے۔ مگر اس کے باوجود حضورؐ نے تبلیغ حق کے کام کو جاری رکھا اور آپ نے اپنے ایک صحابی ارقم کے گھر کو تبلیغی مرکز بنایا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے پر تو کھلم کھلا تبلیغ شروع کر دی گئی۔ اس پر سرداران قریش ایک وفد کی صورت میں حضور صلعم کے چچا حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور اپنے بھتیجے کو بتوں کو برا بھلا کہنے سے روکنے کے لئے کہا مگر حضورؐ نے نہایت جوانمردی سے جواب دیا کہ اگر یہ سورج کو میرے داہنے ہاتھ اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ میں بھی دے دیں۔ تب بھی میں حق بات کہنے سے نہ رکوں گا۔ اس پر مخالفین نے مسلمانوں پر انتہائی ظلم و ستم توڑنے شروع کر دیئے کوڑے مارے گئے۔ تپتی ریت پر لٹایا گیا۔ اونٹوں سے باندھ کر چیر دیا گیا۔ حتیٰ کہ آپ کے گلے میں کپڑا ڈال کر گلا گھونٹ دینے کی کوشش کی گئی۔ حضورؐ اور حضورؐ کے ساتھیوں کو شعب ابی طالب میں تین سال کے لئے محصور ہونا پڑا۔ مگر حضورؐ کے حوصلے ہمیشہ بلند رہے۔ تبلیغ حق کی غرض سے جب طائف تشریف لے گئے تو معاندین و منکرین صداقت نے آپ کو لہولہان کرنے سے دریغ نہ کیا۔ یہ سب مظالم آپ کے پائے استقلال میں ذرہ بھر لغزش نہ لا سکے۔ جب ان کی انتہا ہو گئی تو ناچار حضورؐ کے صحابہؓ کو پہلے حبشہ اور پھر خود بھی ترک وطن کر کے مدینہ جانا پڑا۔ مدینہ میں پہنچ کر آپ نے اپنا کام جاری رکھا۔ دشمنوں نے وہاں بھی آپ کو چین نہ لینے دیا اور بار بار مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ ذرا امن محسوس کیا تو آپ نے اردگرد کے تمام بادشاہوں کو تبلیغی خطوط لکھے۔ اور یہ حضور صلعم کی ان انتھک کوششوں کا نتیجہ تھا کہ ایک وحشی قوم کو ایک باخدا قوم بنا دیا۔ اور ہجرت کے آٹھویں سال دس ہزار قدوسیوں کے جلو میں فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے۔ اور حضور صلعم کی وفات سے قبل سارا عرب توحید الٰہی کے نعروں سے گونجنے لگ گیا

محمدؐ ہی نام اور محمدؐی کام

بعد ازاں مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب فاضل نے محمدی نام اور محمدی کام کے موضوع پر ایک مبسوط تقریر فرمائی۔ تقریر شروع کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ سرورِ کائنات کا نام نامی محمد صلعم ہے جس کے معنی ہیں تعریف کیا ہوا۔ چنانچہ حضور صلعم کی ترسیٹھ سالہ زندگی شاہد ہے کہ حضور صلعم کے مبارک نام کی طرح حضورؐ کا ہر فعل ہر عمل قابل تعریف اور قابل نمونہ ہے۔ انسانی زندگی کی کوئی حالت اور کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں سے حضور صلعم کو گذرنا نہیں پڑا۔ ایک انگریز محقق لکھتا ہے کہ

"One [illegible] Saved all Humanity"

یعنی ایک محمدؐ نے انسانیت کی لاج رکھ لی۔ حضور صلعم کی مقدس زندگی کے خوشنما باغ میں سے چند پھول بطور گلدستہ پیش کرتے ہوئے فاضل مقرر نے بیان کیا کہ کس طرح حضور صلعم نے اولاد کی وفات پر صبر و رضا کا نمونہ پیش فرمایا۔ ایک عورت کو اسکے بچے کی وفات پر روتے پیٹتے دیکھ کر صبر کرنے کی تلقین کے موقع پر اس عورت نے جواب دیا کہ آپ کو میرے جیسا صدمہ نہیں پہنچا مگر جب اسے معلوم ہوا کہ نصیحت کرنے والے آنحضرت صلعم تھے تو وہ حضورؐ کے پاس آئی کہ اب میں صبر کرتی ہوں تو حضورؐ نے فرمایا کہ قابل تعریف صبر تو صدمہ اولیٰ کے موقع پر ہوتا ہے اسی طرح جب حضورؐ کے جگر گوشہ ابراہیم کی وفات ہوئی۔ اتفاق سے اس دن سورج گرہن بھی ہوا۔ لوگوں میں یہ بات پھیل گئی کہ آنحضرت کے صاحبزادے کی وفات کے صدمہ میں سورج بھی تاریک ہو گیا ہے۔ جب حضورؐ کو اس کا پتہ چلا تو حضور صلعم نے فرمایا کہ چاند اور سورج کے گرہن کو کسی کی زندگی یا وفات سے کوئی تعلق نہیں ظاہری طور پر بڑائی کا یہ بڑا اچھا موقع تھا۔ مگر حضورؐ نے نہ صرف اس کو نا پسند بلکہ اسکی پر زور تردید فرمائی۔ حضور صلعم پر غربت کا زمانہ بھی آیا مگر حضور نے فقر کو اپنا فخر قرار دیا۔ کیونکہ ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف زیادہ توجہ پیدا ہوتی ہے۔ اور جب حضورؐ کے پاس مال آیا آپ نے اُسے بلا توقف تقسیم کر دیا۔

حضورؐ نے کبھی اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیا مگر کسی کے حدود الٰہی کے توڑنے سے کبھی کسی طرح کا لحاظ نہیں فرمایا۔ اس موقع پر فاضل مقرر نے ایک مخزومی قبیلہ کی عورت کی چوری کے واقعہ اور اس پر حد قائم کئے جانے کے واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے فاضل مقرر نے نوجوان صحابہ کے اس واقعہ کو بھی تفصیل سے بیان کیا جنہوں نے کہا تھا کہ ہم ساری عمر روزہ رکھیں گے یا زندگی بھر مجرد رہیں گے یا ساری ساری رات تہجد میں گذاریں گے اور اس پر حضورؐ کے فرمان کہ میری سنت پر عمل کرنا چاہیئے۔ میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور شادیاں بھی کرتا ہوں اور اس طرح دنیا میں رہتے ہوئے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی تلقین فرمائی۔ دوران تقریر میں فاضل مقرر نے بتایا کہ باوجودیکہ اہل مکہ آپ کے جانی دشمن تھے مگر آپ کی امانت و دیانت پر یقین رکھتے تھے۔ چنانچہ جس رات آپکو مکہ سے ہجرت کرنا پڑی اُس وقت بھی مکہ والوں کی بہت سی امانتیں آپ کے پاس پڑی تھیں۔ چنانچہ آپ ان کی ادائیگی کے لئے اپنے حضرت علیؓ کو مقرر فرما کر گھر سے نکلے۔ آخر میں آنحضرت صلعم کی شان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی قصیدہ کے چند اشعار اور انکا مطلب بیان کر کے آنحضرت صلعم پر درود بھیج کر اپنا بسیط اور ایمان افروز لیکچر ختم فرمایا۔

صدارتی تقریر

آخر میں صاحب صدر نے اپنی صدارتی تقریر کرتے ہوئے بیان کیا کہ آنحضرت صلعم کے اخلاق فاضلہ کے اتنے پہلو ہیں کہ ان پر تقاریر کی ولوں تک بھی ختم نہیں ہو سکتیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلعم کو خاتم النبیین کا خطاب دیا تھا جس میں اس طرف اشارہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ایسی شریعت عطا فرمائی گئی کہ حضور صلعم کے نمونہ پر چلتے ہوئے ایک شخص مقام نبوت پر فائز ہو سکتا ہے۔ حضورؐ کی شریعت بھی کامل تھی اور حضور صلعم کا نمونہ بھی کامل تھا جس سے سبق حاصل کرنے کی تلقین کرتے ہوئے صاحب صدر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے زمانہ میں بھی حضرت محمد صلعم کے بروز کو بھیجکر ہمیں جگایا ہے تا کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے آنحضرت صلعم کے نمونہ پر چلنے کی کوشش کریں۔

ایک لمبی اجتماعی دعا پر ساڑھے دس بجے یہ مبارک مجلس اختتام پذیر ہوئی۔ الحمد للہ علی ذالک۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد۔

خاکسار بشیر احمد ناصر [illegible] فاضل گیانی قادیان

ادائیگی لازمی چندہ جات

اور

احباب جماعت کا فرض

یہ امر کسی وضاحت کا محتاج نہیں کہ جماعت احمدیہ کی تبلیغی۔ تعلیمی۔ تربیتی اور تنظیمی مساعی بدون مالی وسائل سرانجام نہیں پاسکتیں اور خدمتِ اسلام کا جو عظیم الشان کام اس زمانہ میں جماعت احمدیہ کے سپرد ہے۔ اور خدمتِ دین اور ایثار کے جو مواقع ہماری جماعت کے احباب کو میسر ہیں۔ باقی تمام دنیا اس نعمت سے محروم ہے۔ جس طرح کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی جانیں۔ اموال و اولاد اور عزتوں کو خدا تعالیٰ کے دین کی خاطر قربان کیا اور وہ اس کے بدلہ میں رضی اللہ عنہم اور رضوا عنہ کے معزز خطاب سے نوازے گئے اور دنیا وی لحاظ سے بھی انہیں اور ان کی نسلوں کو صدیوں تک دنیا کی قسمتوں کا مالک بنا دیا گیا ہے۔ اسی طرح آج بھی ہماری جماعت میں ہزاروں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ مخلصین جماعت نے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کو پورا کرتے ہوئے اپنے اموال۔ اولاد اور عزتوں کی قربانی پیش کر دی۔ اور پیش کر رہے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں ان کے نام نہ صرف تاریخ احمدیت میں ایک سنہری باب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بلکہ وہ خدا تعالیٰ کی رضامندی کی راہ کو اختیار کر کے بےشمار روحانی نعمتوں کی وارث بنے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

"خدا تعالیٰ کی رضا کو تم پا ہی نہیں سکتے جب تک کہ تم اپنی رضا کو چھوڑ کر اپنی عزت کو چھوڑ کر اپنا مال چھوڑ کر اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اٹھاؤ۔ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔ لیکن اگر تم تلخی اٹھاؤ گے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا تعالیٰ کی گود میں آ جاؤ گے اور تم ان راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے۔ جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھول دیئے جائیں گے۔"

پھر حضور آگے فرماتے ہیں کہ

"یہی وقت خدمت گذاری کا ہے۔ پھر اس کے بعد یقیناً وہ وقت آتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ اس کی راہ میں خرچ کریں تو اس وقت کے پیسہ کے برابر ہوگا۔"

مندرجہ بالا ارشادات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم سب کو اپنا اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے کہ دین کی مالی خدمت کے متعلق ہم پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اور جب ہم ہر سال اپنی مرضی اور شرح صدر سے محض رضائے الٰہی کے حصول کے لئے بجٹ لکھواتے ہیں۔ تو اس کا سو فیصدی ادائیگی کرنی ہم پر لازم ہو جاتی ہے۔ جس کو پورا کر کے ہم خدا تعالیٰ کی رضا اور قرب حاصل کر سکتے ہیں۔ اور جو احباب مالی خدمت کے اس عہد کو پورا نہیں کرتے تو یقیناً وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک قابل مواخذہ ٹھہرتے ہیں۔

موجودہ مالی سال کے پہلے چار ماہ گزر چکے ہیں۔ متوقع نسبتی بجٹ آمد اور اس کے مقابل اصل وصولی کی پوزیشن کا جائزہ لینے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی بہت سی جماعتیں ایسی ہیں۔ جن کی وصولی نسبتی بجٹ کے مطابق نہیں ہوئی اور متعدد جماعتوں کی طرف سے برائے نام وصولی ہوئی ہے۔ حالانکہ مرکزی ضروریات اس امر کی متقاضی ہیں کہ سلسلہ کا ہر فرد اور جماعتوں کے تمام عہدیدار اپنی مالی ذمہ داری کا صحیح رنگ میں احساس کرتے ہوئے ہر ماہ باقاعدگی سے چندہ جات ادا کریں۔ بقایا دار اور سست احباب سے وصولی کا خاص اہتمام کیا جائے۔ تا جماعت کا کوئی دوست بقایا دار بے شرح یا نادہندہ باقی نہ رہے۔ اور نہ صرف احباب جماعت لازمی چندہ جات میں باقاعدگی اختیار کریں۔ بلکہ سلسلہ کی طوعی تحریکات میں بھی حسب توفیق زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر اپنے اخلاص و ایمان کا اعلیٰ عملی نمونہ پیش کریں۔

تمام جماعتوں کے مالی عہدیداروں اور مبلغین صاحبان کی بذریعہ نظارت تبلیغ ان کے چار ماہ کے متوقع بجٹ وصولی اور بقایا کی پوزیشن سے اطلاع دی جا رہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ احباب جماعت۔ عہدہ داران اور مبلغین صاحبان وصولی کے کام کو بہتر بنانے کی پوری کوشش اور تعاون سے مدد فرمائیں۔ تاکہ مرکزی ضروریات کی تکمیل میں جو روک پیدا ہو رہی ہے وہ دور ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو زیادہ سے زیادہ خدمتِ سلسلہ کی توفیق بخشے اور ان راہوں پر چلائے جو اس کے فضل اور رضامندی کی راہیں۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

تحریک جدید اور اس کی مقبولیت!

(بقیہ صفحہ ۲)

جماعت کے سینکڑوں نوجوانوں کی اپنی مالی حالت بھی بدل گئی اور نتیجۃً جماعتی چندوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کے بھی قابل ہو گئے

الغرض ساری دنیا میں تبلیغِ اسلام کے لئے اگر مال کی ضرورت تھی تو جماعت نے بڑے اخلاص کے ساتھ اپنی پاک کمائی کا ایک حصہ اپنے محبوب امام کے قدموں میں لا ڈالا۔ اگر دین کی راہ میں کام کرنے والے مجاہدین کی ضرورت کا مطالبہ پیش ہوا تو سینکڑوں مخلص نوجوانوں نے خدمت دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں اور اب بھی سرفروش اپنے عزیز رشتہ داروں کو چھوڑ کر اپنے وطنوں سے دور باوجود ناموافق حالات کے غیر ممالک میں سالہا سال سے اعلائے کلمۃ اللہ میں مشغول ہیں۔

جماعت کا وہ معذور طبقہ جو اپنی معذوری کے باعث تحریک جدید کے دوسرے مطالبات میں حصہ لینے سے قاصر تھا حضرت امام ہمام نے ان کے لئے بھی اس مبارک تحریک میں حصہ لینے کا دروازہ اس رنگ میں کھول دیا کہ وہ اپنی دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا دروازہ کھٹکھٹائیں اور بار بار اس کے آستانہ پر پڑے رہیں تا خدا تعالیٰ کا خوشنودی حاصل ہو جائیں تاکہ کامیابی اور فتحمندی آئے۔

الغرض اس قسم کی مجموعی جماعتی مساعی جمیلہ کے شاندار نتائج اس وقت ایک دنیا کے سامنے ہیں۔ دنیا کے بیشتر ممالک میں تبلیغِ اسلام کے مراکز کھل چکے ہیں جہاں سینکڑوں واقف زندگی مبلغین کرام فریضۂ تبلیغ انجام دے رہے ہیں۔ متعدد دیگر زبانوں میں کلام مجید کے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ اور صحیح اسلامی لٹریچر ان کی اپنی زبانوں میں چھپ کر ان تک پہنچ رہا ہے۔ تثلیث کے مراکز میں مساجد تعمیر ہو کر سیدنا محمدؐ کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔

تحریک جدید کی اسی وسیع مقبولیت اور اس کے ذریعہ مخلص اسلامی خدمات کے متعلق علامہ نیاز فتحپوری نے اپنے موقر رسالہ نگار کی ایک حالیہ اشاعت میں بہت ہی خوب تحریر فرمایا:-

"آپ کو یہ سنکر حیرت ہوگی کہ جب بانیٔ احمدیت کی رحلت کے بعد ۱۹۳۴ء میں موجودہ امیر (یعنی امام ثانی) جماعت نے تحریک جدید کا آغاز کیا تو اس کا بجٹ صرف ۲۷ ہزار کا تھا۔ لیکن ۲۵ سال کے بعد وہ ۲۰ لاکھ ... روپیہ تک پہنچ گیا۔ جو انتہائی احتیاط و نظم کے ساتھ تبلیغات اسلامی پر صرف ہو رہا ہے۔ اور جب قادیان اور ربوہ میں صدائے اللہ اکبر بلند ہوتی ہے تو ٹھیک اسی وقت یورپ، افریقہ، ایشیا کے ان بعید [illegible] گوشوں کی مسجدوں سے بھی یہی آواز بلند ہوتی ہے جہاں سینکڑوں غریب الدیار احمدی خدا کی راہ میں دیوانہ وار آگے [illegible] بڑھائے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔"

(رسالہ نگار بابت ماہ جولائی [illegible])

ضروری اعلان

گزشتہ جلسہ سالانہ پر قادیان میں بعض احباب نے ریویو۔ الفرقان اور المصباح کے اجراء کے لئے کچھ رقوم مجھے دی تھیں جو بحیثیت منتظم احباب تک پہنچا دی تھیں لیکن جس نوٹ بک میں یہ بات درج تھی وہ کھو گئی۔ اسلئے متعلقہ حضرات سے گزارش ہے کہ مہربانی فرما کر ایڈیٹر صاحبان کو اطلاع دیکر ممنون فرمادیں تاکہ ان کا نام ... شائع۔ قریشی نیر وزیر محمد الدین حالی مبلغ انچارج اکرا (غانا)۔

دعائے مغفرت

مکرمی حاجی مرزا افضل کریم صاحب نائب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ ٹبورا ۱۹ اگست ۱۹۶۱ء کو ٹبورا میں وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ گزشتہ تین سال سے جماعت کی مختلف رنگوں میں خدمت کرتے رہے۔ اور ابھی گزشتہ ماہ انہوں نے اپنا ایک قیمتی مکان بھی جماعت کے نام وقف کیا تھا۔ احباب دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ جہاں ان کی روح کو اپنے قرب سے نوازے۔ وہاں ان کے بیٹوں اور بچیوں کو بھی والدہ کے ان کے نقش قدم پر چلاوے۔ آمین۔

خاکسار محمد اسمٰعیل مبلغ سلسلہ احمدیہ ٹبورا
ایسٹ افریقہ

خبریں

کراچی ۵ ستمبر۔ یہاں کے باخبر حلقوں نے بیان کیا ہے۔ وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو اور صدر محمد ایوب خاں کے درمیان عنقریب اعلیٰ سطح پر جو بات چیت ہونے والی ہے۔ اس میں زیادہ تر کشمیر کے مسئلہ اور دونوں ملکوں کے درمیان اقتصادی تعاون کی ضرورت پر غور و خوض کیا جائے گا۔ انہی حلقوں کے بیان کے مطابق بات چیت کا کوئی طے شدہ ایجنڈا نہیں ہوگا۔ بلکہ دونوں لیڈر ہر اس معاملہ پر غور کریں گے جو کہ اُن میں سے کسی کی طرف سے اُٹھایا جائے گا۔ کشمیر کا مسئلہ صدر ایوب خاں کی طرف سے اٹھایا جائے گا۔ باخبر حلقوں نے مزید بیان کیا کہ یہ امر بہت زیادہ قرین قیاس ہے کہ صدر ایوب خاں مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے ریفرنڈم کرائے جانے کا مطالبہ بدستور جاری رکھیں گے۔ کیونکہ ریاست کے قانونی اور آئینی طور پر ہندوستان میں مدغم ہو جانے کے بعد جموں و کشمیر کے ایک حصہ پر پاکستان کے قبضہ کو جارحیت قرار دیا گیا ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ دونوں لیڈروں کے درمیان ۱۹ ستمبر کو مری میں جو بات چیت ہوگی۔ اس کا بیشتر حصہ کشمیر کے مسئلہ پر غور و خوض میں صرف ہوگا۔ جہاں تک دونوں ملکوں میں اقتصادی تعاون کے متعلق بات چیت کا تعلق ہے وہ ۲۰ ستمبر کو کراچی میں ہوگی۔

چنڈی گڑھ ۵ ستمبر۔ آمدہ اطلاع مظہر ہے کہ ریلوے لائن کے بند میں پیدا شدہ شگافوں سے پانی بدستور بہہ رہا ہے اور اس سے آج رہتک شہر میں سیلاب کی صورت حال اور بھی خراب ہو گئی ہے سیلاب سے گوداموں میں رکھی گندم کو بھی نقصان پہنچا ہے متاثرہ علاقوں میں ۵۰ مکانات گر گئے ہیں اور کئی دوسرے

بمبئی ۵ ستمبر۔ بھارتی ہاکی ٹیم آج آسٹریلیا کو صفر کے مقابلہ میں ایک گول سے شکست دیکر اولمپک ہاکی چیمپئن شپ کے سیمی فائنل میں آ گئی۔ گول کھیل کے دیئے گئے زائد وقت میں ہوا۔ آسٹریلیا اور بھارت دونوں نے ہی شاندار کھیل کا مظاہرہ کیا۔ تاہم بھارتی ٹیم کو کھیل کے دوران گول کرنے کے لئے کوئی ایک درجن مواقع حاصل ہوئے۔ جو اس نے سب کے سب گنوا دیئے۔ آسٹریلوی کھلاڑیوں نے صاف اور تیز کھیل دکھایا۔ بھارت نے واحد گول کھیل کے لئے دیئے گئے زائد وقت میں ۱۵ منٹ پر کیا۔

نئی دہلی ۵ ستمبر۔ وزیر خوراک شری ایس کے پاٹل نے آج لوک سبھا میں بتایا کہ اس وقت کھانڈ کی قیمتیں مستحکم ہیں انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا۔ اگرچہ کھانڈ کی پیداوار میں اضافہ ہوگیا ہے۔ تاہم قیمتوں میں کمی نہیں ہونی چاہیئے۔

نئی دہلی ۵ ستمبر۔ سفارتی حلقوں نے بتایا ہے کہ وزیر اعظم شری نہرو کے مجوزہ دورۂ پاکستان کے دوران کشمیر اور بھارت اور پاکستان کے دیگر جھگڑوں کو طے کرنے کی سنجیدگی سے کوشش کی جائے گی۔ پاکستان اب تمام جھگڑوں کا تصفیہ چاہتا ہے۔ جہاں تک کشمیر کا سوال ہے وہ غالباً اسے بھارت اور پاکستان میں تقسیم کرنے کے لئے کہے گا۔ سفارتی حلقوں نے بتایا ہے کہ شری نہرو موجودہ جنگ بندی لائن پر کشمیر کی تقسیم کے لئے رضامند ہو جائیں گے۔ برطانیہ نے بھی کشمیر کی تقسیم کی تجویز رکھی تھی۔ سفارتی حلقوں کے مطابق شری نہرو اس پر رضامند ہو گئے تھے۔ لیکن وہ وادیٔ کشمیر پاکستان کو دینے کے لئے تیار نہ تھے۔

پیرپولڈول ۵ ستمبر۔ اطلاع ملی ہے کہ لوموجبا سرکار کو روس اور دیگر کمیونسٹ ممالک سے کافی امداد مل رہی ہے۔ روس نے ہوائی جہازوں کے علاوہ ایک سو لاریاں بھی اسے مہیا کی ہیں۔ نیز دو سو روسی اور چیکوسلواکیہ کے ٹیکنیکل ماہر اس وقت کانگو میں موجود ہیں

رہتک ۵ ستمبر۔ پچھلے ایک ہفتہ سے شدید سیلاب کی وجہ سے مشتاب شہر کے تباہ ہونے کا جو خطرہ پایا جاتا ہے وہ ابھی تک ٹل نہیں سکا۔ اگرچہ پانچ ہزار فوجی جوان اور بیس ہزار شہری اللہ دا ... تیز رفتار پانی کو روکنے کے لئے دن رات جد وجہد کر رہے ہیں۔ لیکن کوئی شخص یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ اس شہر کو آخر کار بچا لیا جائے گا۔ لوگ بدستور شہر کو خالی کر کے محفوظ مقامات کو جا رہے ہیں۔ شہر کے جو علاقے زیر آب ہیں ان میں پانی کی سطح کا مزید چڑھ گئی ہے۔ شہر سے ریلوے سٹیشن جانے والی سڑک پر ۴ سے ۶ فٹ تک پانی کھڑا ہے۔ ایک سرکاری اعلان میں بتایا گیا ہے کہ اونچے پہیوں والے ہم فوجی ٹرک جو کسی قدر گہرے پانی میں بھی چل سکتے ہیں رہتک میں ریلیف کے کام میں مصروف ہیں۔ پریس ٹرسٹ آف انڈیا کا ایک تار مظہر ہے کہ رہتک جیل کو غیر محفوظ قرار دیدیا گیا ہے۔ اور اس جیل کے قیدیوں کو صوبہ کی دوسری جیلوں میں منتقل کیا جا رہا ہے۔ طغیانی کا پانی اب رہتک کے ریسٹ ہاؤس اور ہسپتال میں داخل ہو گیا۔ اس کے علاوہ تمام نشیبی علاقے زیر آب ہو گئے ہیں۔ سول ہسپتال کے مریضوں کو وہاں سے نکال لیا گیا ہے۔ ماڈل ٹاؤن۔ اناج منڈی اور کاٹن منڈی کے علاقے ابھی محفوظ ہیں یہ آس کی جا رہی ہے کہ ریلوے پٹڑی کے بند میں جو شگاف ہو گئے ہیں۔ وہ آج بند کر دیئے جائیں گے۔

بھونیشور ۵ ستمبر۔ وزیر اعظم پنڈت نہرو آج یہاں بذریعہ ہوائی جہاز دہلی واپس چلے گئے۔ انہوں نے اس بات پر اطمینان ظاہر کیا کہ اڑیسہ میں سیلاب زدہ لوگوں کی امداد کے لئے اچھا کام کیا جا رہا ہے۔ شری نہرو نے کل رات ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ سیلابوں کی تباہ کاریوں سے بچنے کے لئے پانی کے نکاس کا عمدہ انتظام ہونا چاہیئے۔ دیہات میں مکانات اونچی سطحوں پر تعمیر ہونے چاہئیں تاکہ آبادیاں بہہ نہ جائیں۔ گاؤں میں سکول۔ پنچایت گھر کسی اونچی جگہ پر پختہ تعمیر ہونا چاہیئے۔ جہاں سیلاب کے دنوں میں پناہ لی جا سکے۔ ہمیں سیلابوں کا سامنا ہزاروں برسوں سے ہے درحقیقت بنگال بہار اور اڑیسہ سیلابوں سے ہی بنے ہیں۔ سیلاب ڈیم بنا کر بند کرنے سے نقصان پہنچے گا۔ البتہ شہروں اور دیہاتوں کو سیلابی پانی سے بچانے کے لئے حفاظتی انتظامات ضرور ہونے چاہئیں۔ اسبات کا انتظام ہونا چاہیئے کہ بارش کا پانی جلدی سمندر میں منتقل ہو جائے۔ جنگلوں کو پانی کے نکال کے لئے موزوں نالیاں بنانی چاہئیں۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ ہر گاؤں میں اونچی جگہوں پر کچھ ایسی عمارتیں ہوں جن میں سیلاب کے وقت پناہ لی جا سکے۔ یوپی میں ایک بار شدید طغیانی آنے سے ہزاروں مکانات تباہ ہو گئے تھے۔ بعد میں اونچی جگہوں پر مکانات بنائے گئے جو اگلے سیلاب میں محفوظ رہے۔ ہر گاؤں میں کشتیاں ہونی چاہئیں جو مصیبت کے وقت لوگوں کو بچا سکیں۔ دوسرا سامان بھی موجود رہنا چاہیئے۔ بڑے بڑے ڈیم سے سیلابوں کا مسئلہ حل نہ ہوگا۔ ڈیم بنانا بہت مہنگا کام ہے اور ان سے نئے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔

کراچی ۵ ستمبر۔ وزیر اعظم پنڈت نہرو کا شاہانہ استقبال کرنے کے لئے پاکستان سرکار بڑی تیاریاں کر رہی ہے۔ پنڈت نہرو کا یہ استقبال کسی ملک کے سربراہ کے طور پر کیا جائے گا۔ ہوائی اڈہ سے صدر کی جائے رہائش تک کے بارہ میل لمبے راستہ کو بھارت اور پاکستان کے قومی جھنڈوں سے سجایا جائے گا۔ پنڈت نہرو کے جلوس کا راستہ لمبا کر دیا جائے گا تاکہ وہ راستہ میں تمام اہم مراکز سے گذر سکیں۔

سلسلہ کا نایاب لٹریچر

تفسیر کبیر سورہ فاتحہ رالم ۵ رکوع ۸/ سورہ یونس تا کہف ۵۰/ روپے سورہ مریم طٰہٰ وانبیاء ۱۵/- سورہ نور وحج ۹/ سورہ فرقان شعراء ۱۲/ سورہ نبا و عم ۱۵/ سورہ شمس زلزال تک ۱۰/ سورہ عادیات تا کوثر ۱۲/ سورہ کافرون تا والناس ۵/ کل تفسیر کبیروں کے سیٹ ۱۷۵ روپیہ الگ الگ بھی مل سکتا ہے۔ الفضل نمبر اول جلد ۱۹۱۳ء تا ۱۹۴۷ء کل ۳۵ جلد کی قیمت ۶۰۰/-۔ نمبر دو ۱۹۱۳ء سے ۱۹۴۶ء تک ۶۵ روپیہ۔ اسلام کی پہلی سے پانچویں تک کا سیٹ ۱۲/-۔ اردو ریویو فی جلد ۸/-۔ انگریزی ریویو آف ریلیجنز فائل ۵/- متفرق پرچے سالانہ فی۔ اردو ریویو متفرق پرچے بہاری۔ تشحیذ الاذہان متفرق فائل ... فی۔ زنانہ فائل ۵/ قرآن شریف مترجم حضرت سید محمد اسحاق صاحب ... غلام احمد صاحب ... حافظ روشن علی صاحب و میر محمد اسحاق صاحب ... بانی حضرت مسیح موعودؑ و حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی جملہ کتب موجود ہیں نصف قیمت بطور پیشگی ارسال کریں باقی بذریعہ وی پی۔ نزدیکی ریلوے سٹیشن کا نام لکھیں تاکہ کم خرچ لگے

ابو المنیر نور الدین مالک بار نی قادیان ای پنجاب

اسلامی فرقوں میں سے

جنتی فرقہ

تفصیل کیلئے دیکھو

اہلِ اسلام کس ترقی کر سکتے ہیں

جوبیں اپ ایڈیشن

بھارڈ آنے پر مفت

عبد اللہ الٰہ دین سکندر آباد دکن